جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

یادِ فریدی

یعنی

تحقیق نسب قطب زمانہ حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنجشکر

قدس سرہ

جسکو

پیر سید رشید احمد صاحب رئیس امروہہ نے تالیف کیا

اور

الحاج پیر السید الشاہ محمد مرسل اللہ شاہ چشتی اشرفی الجیلانی

مینیجر رسالہ سلطان المشائخ لاہور نے چھپوایا

قیمت [illegible] روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وسلم

…عاجز بندہ ناچیز پیر رشید احمد حسینی امروہوی بن پیر سید محمد علی جان بن پیر سید محمد امین الدین
…کو عرصہ سے شوق تھا کہ عموماً خاندان قریش اور خصوصاً قریش باشندگان امروہہ کے حالات لکھوں
…ادی نے اس قدر فرصت نہ دی پھر بھی تھوڑا تھوڑا کر کے ایک مسودہ کی شکل میں کچھ حالات جمع
…حضرت فرید الدین مسعود گنجشکر قدس سرہٗ کے حالات مقدس تک پہونچا اور ان حالات میں
…ب کے اجداد و امجاد کے سلسلہ نسب میں کثیر اختلافات نظر آئے لہذا طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ موجودہ
اختلافات … سے چشم پوشی کر کے دیگر متاخرین کی طرح غلط العوام کی پیروی کرنے لگوں۔ اگرچہ بقول مشہور غلط العوام فصیح
ہوتا ہے۔ مگر صحیح نہیں ہوتا ہے اس خاندان عالی کے مقدس چہرہ نسبی پر جن کی اولاد میں ہونے کا فی زمانہ لوگ فخر کرتے ہیں۔
اختلافات کے … پڑا رہنا جناب کے اخلاف و اعقاب کے لئے معیوب تر تھا۔ اس لئے کامل توجہ کے ساتھ حق
بات کو ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی اگرچہ یہ مسئلہ پہلے بھی اب سے چالیس پچاس سال پیشتر بعض بعض خاندانوں میں حل ہو چکا ہے
لیکن چونکہ اس … تحقیق کی روشنی میں نہیں آیا تھا۔ اس لئے اکثر جگہ اختلافی … باقی رہ گیا اور یہ تمام تحقیق حالات …
…ے ضمن میں لکھی گئی تھی … زمانہ میں مجھکو قصبہ شیخوپور ضلع بدایون جانے کا اتفاق پیش آیا وہاں اکثر احباب نے خصوصاً عماید خاندان
…یہ جناب مولوی محمد عبدالغفار صاحب آنریری مجسٹریٹ درجہ اول و چیرمین میونسپلٹی بدایون و مولوی محمد
…م محی الدین حیدر صاحب آنریری مجسٹریٹ و مولوی سید محمد صاحب آنریری مجسٹریٹ بدایوں و مولوی
…رحمن صاحب نے مجھکو یہ مشورہ دیا کہ حضرت بابا صاحب قدس سرہٗ کے حالات کو ایک جداگانہ کتاب کی صورت میں شائع کرنا چاہیے
…ضامین ناظرین کی طبیعتوں میں انتشار پیدا نہ کریں چنانچہ مولف ہذا نے اس نیک مشورہ پر کاربند ہو کر حضرت بابا صاحب
…الات و سلاسل نسبی کو صحیح صحیح روایات کی بنا پر تحقیق کر کے ایک علیحدہ کتاب کی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ
… تذکرہ کے مطالعہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ یہ عالی خاندان ابتدا سے اب تک دینی اعتبار سے

پیشوائے زمانہ و مخدوم سلاطین روزگار رہا اور دنیاوی لحاظ سے اب تک اعزاز و اکرام کا جامہ زیب بدن کئے ہوئے ہے اور
کتاب مذکور کے مقدمہ میں جناب ممدوح قدس سرہ کے سلسلہ نسبی کے متعلق جملہ اختلافات دکھلا کر صحیح روایات و حالات پر
استدلال کیا گیا ہے، حضرت بابا صاحب قدس سرہ کے حالات میں یہ سب سے پہلی کتاب ہوگی جس نے صدیوں کی غلط
فہمی کے داغ کو تحقیق کا شوب دیکر صاف کر دیا ہے اور واقعات کا چہرہ جو صدہا سال سے اغلاط و اختلافات کی تاریکیوں
میں پوشیدہ تھا اس کو صاف روشنی میں دکھلا دیا۔

اوّل:- حضرت عبداللہ بن عمر رضہ جلیل القدر صحابی ہیں اور کمال اتباع سنت میں مشہور ہیں ایام طفولیت میں ہی مکہ
معظمہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے بوقت ہجرت آپ کی عمر تیرہ سال کی تھی جنگ بدر اور احد کے سوائے
خلافت اول و دوئم کی تمام اسلامی لڑائیوں میں آپ شریک تھے صاحب جامع المناقب نے کہا ہے کہ آپ کی عمر چوراسی سال کی
ہوئی جس سے سن وفات اکہتر ہجری نکلتے ہیں بعض نے بہتر اور بعض نے تہتر ہجری لکھے ہیں لیکن کتاب تہذیب الاسمائے
صفحہ ۳۵۷ پر لکھا ہے کہ عبداللہ ابن عمر ابن خطاب کی عمر وقت وفات بہتر سال کی تھی اور سن وفات بقول صحیح ترسٹھ ہے
آپ کے عقب میں گیارہ پسر عبدالعزیز و عمر و واقد بلال سالم حمزہ عاصم عبدالرحمن عبیداللہ زید اور عبداللہ تھے جیسا کہ
کتب معارف ابن قتیبہ و تہذیب التہذیب و خلاصۃ التہذیب وغیرہ سے ثابت ہے ان کے سوا اور کوئی پسر موسوم بہ ناصر یا
منصور یا سلیمان کتب انساب قدیمہ میں نظر سے نہیں گذرا۔

دوئم:- فاطمہ بنت عمر بن عاصم کا نکاح عمر بن حفص بن عاصم کے ساتھ ہوا ان کے بطن سے دو پسران عبداللہ و عبیداللہ
پیدا ہوئے کتاب الانساب للسمعانی میں اسی طرح مذکور ہے لیکن خلاصۃ التہذیب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کی والدہ
عبدالرحمن بن حبیب بن یساف مدنی انصاری کی بیٹی تھیں واللہ اعلم بالصواب۔

عبداللہ و عبیداللہ پسران عمر کی والدہ میں جو کچھ اختلاف تھا وہ مذکور ہوا عبداللہ بن عمر مذکور بڑے عابد و زاہد تھے اور
ان کے بھائی عبیداللہ سادات تابعین میں سے تھے اور بہت بڑے عالم محدث فقہائے سبعہ میں سے تھے۔

چنانچہ عبداللہ مذکور سے جو لوگ خواستگار درس ہوتے تو آپ فرماتے کہ جب تک عبیداللہ بقید حیات ہیں میری کچھ حاجت
نہیں آپ عزلت و گوشہ نشینی کو دوست رکھتے تھے اور سن ۱۷۳ ہجری میں عبداللہ مذکور نے وفات پائی جیسا کہ کتاب میزان
الاعتدال میں مذکور ہے یاد رہے کہ یہ عبداللہ ابن عمر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پانچویں پشت میں پوتے ہیں ان کی اولاد
میں سوائے پسران کے ایک دختر ام ناصر ہے یہی ام ناصر مذکورہ زبدۃ العارفین سلطان التارکین ابو اسحاق ابراہیم قدس سرہ
کے والد ماجد سید ناصر ملقب بہ ادہم کی والدہ ہیں اور یہی عبداللہ بن عمر جو ام ناصر مذکورہ کے پدر ہیں وہ عبداللہ بن عمر
ہیں جن کی اولاد میں ہونا سید ناصر نے دربار امیر بلخ میں ظاہر کیا تھا۔ اور یہ عبداللہ بن عمر سید ناصر مذکور کے جد مادری ہیں
اور مسماۃ ام ناصر مذکورہ سید ہاشم بن سید عبداللہ بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی زوجہ اولیٰ ہیں جن کے بطن سے سید ناصر مذکور

سوئم:۔ عبداللہ بن عمرو بن عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی والدہ مسماۃ حفصہ بنت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں بعد وفات حسن مثنیٰ بن امام حسن رضی اللہ عنہ کے مسماۃ فاطمہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہ کا دوسرا نکاح عبداللہ عثمانی مذکور کے ساتھ ہوا تھا جس سے تین اولادیں قاسم و محمد اصغر و مسماۃ رقیہ پیدا ہوئے ان میں سے قاسم لاولد رہے اور محمد اصغر کی دختر رقیہ مذکورہ ابراہیم بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ کے نکاح میں آئیں اور فاطمہ بنت امام حسین کا دوسرا نکاح بعد وفات حسن مثنیٰ مذکور کے عبداللہ عثمانی مذکور کے ساتھ ہونا اکثر کتب معتبرہ **تواریخ** سے بخوبی ثابت ہے چنانچہ صاحب طبری صفحہ ایک سو ستاسی پر بزمانہ سلطنت ابوجعفر منصور عباسی ۱۴۴ھ کے واقعات میں لکھتا ہے کہ جب محمد و ابراہیم پسران عبداللہ بن حسن مثنیٰ کی گرفتاری کا حکم ہوا اور عامل کو سخت تاکید ان کے تجسس کی بابت ہوئی مگر یہ نہیں ملے تو ان کے عزیز و اقارب میں سے ان دونوں کے باپ عبداللہ بن حسن مثنیٰ مذکور اور ان کے بھائی حسن و داؤد و ابراہیم پسران حسن مثنیٰ اور محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان گرفتار کئے گئے اور محمد بن عبداللہ مذکور حسن بن حسن مثنیٰ وغیرہ کے اخیافی بھائی تھے اس لئے کہ فاطمہ بنت امام حسینؓ ان کی ماں تھیں دوسری جگہ صفحہ ۱۷۶ پر سن مذکور کے واقعات میں صاحب طبری لکھتا ہے کہ محمد بن عبداللہ عثمانی مذکور جو برادر اخیافی پسران حسن مثنیٰ کے تھے ان سے خلیفہ منصور عباسی نے یہ گرفت کی کہ تم نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ سلطنت کے دشمنوں سے رشتہ و قرابت نہ کروں گا مگر خلاف معاہدہ تم نے ابراہیم بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ کے ساتھ اپنی دختر رقیہ کا نکاح کر دیا اس قصور پر ایک سو پچاس کوڑے لگائے گئے اور تیس کوڑے سر پر لگائے گئے اور صفحہ ۱۷۸ سن مذکور کے واقعات میں لکھتا ہے کہ خلیفہ ابوجعفر منصور محمد بن عبداللہ عثمانی مذکور سے بدگمان نہیں تھا یعنے بلحاظ عثمانی ہونے کے، لیکن ریاح عامل نے کہا کہ اے امیر المومنین اگرچہ اہل شام اولاد علی بن ابیطالب کے دشمن ہیں مگر ان کا بھائی محمد بن عبداللہ عثمانی اگر اہل شام کی دعوت کرے تو اہل شام میں سے کوئی فرد بشر اس کے خلاف نہیں ہوگا اس وجہ سے ابوجعفر منصور عباسی محمد بن عبداللہ عثمانی کیطرف سے مشکوک و بدگمان ہو گیا تھا اور طرح طرح کی تہمتیں ان پر لگانی شروع کیں اور ان کی دختر مسماۃ رقیہ زوجہ ابراہیم مذکور کو بھی نامناسب و خلاف واقع الزامات و اتہامات سے منسوب کیا۔

چہارم:۔ محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ اور ان کے بھائی ابراہیم نے بزمانہ سلطنت خلیفہ ابوجعفر منصور خلاف سلطنت خروج کیا تھا جیسا کہ کتب تواریخ طبری وغیرہ میں مفصل مذکور ہے۔ ابتدا اس کی اس طرح ہوئی کہ سن ایک سو چھتیس ۱۳۶ ہجری میں ابوجعفر منصور بغرض ادائے حج مکہ معظمہ آیا تھا اور وہاں سے مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے بھی حاضر ہوا تو اس وقت تمام عمائد بنی ہاشم ابوجعفر مذکور سے ملنے کو آئے تھے لیکن پسران عبداللہ یعنے محمد و ابراہیم نہیں آئے اس لئے ابوجعفر مذکور ان کی طرف سے نہایت بدگمان تھا لیکن زیاد بن عبیداللہ نے ابوجعفر مذکور کو تسلی و تسکین دی اور خود کفیل ہو کر ان دونوں پسران عبداللہ کو سمجھا دینے اور حاضر کر دینے کا وعدہ کیا چنانچہ جب ابوجعفر منصور مسند خلافت پر بیٹھا تو زیاد بن عبیداللہ مذکور کو اسی خیال سے والی مدینہ مقرر کیا اور اس کے ذمہ اہم ترین کام یہی تھا کہ محمد و ابراہیم کے خیالات کی اصلاح کرے اگرچہ

زیاد بن عبید اللہ مذکور ایک مدت تک اس کوشش میں رہا مگر کچھ کام نہ چلا اور خلیفہ مذکور کی بدگمانی ان دونوں بھائیوں کی طرف سے روز بروز بڑھتی جاتی تھی جب زیاد بن عبید اللہ والی مدینہ کیطرف سے ان کی نسبت کوئی اصلاحی اطلاع نہ پہونچی تو خلیفہ مذکور نے ایک شخص جو باشندہ ملک سندھ کا تھا محمد ابراہیم کے حالات کا اندازہ کرنے کے لئے بطور جاسوس کے مقرر کیا مگر اس جاسوس کو محمد و ابراہیم کا تو کہیں پتہ نہ ملا لیکن ان دونوں کے والد بزرگوار عبد اللہ بن حسن مثنیٰ کا مصنوعی رفیق بن گیا اور ایک مدت تک ان کی خدمت میں رہ کر ان کے بیٹوں محمد و ابراہیم کے دلی خیالات کا بخوبی اندازہ کر لیا اور تمام حالات سے واقف ہو کر خلیفہ منصور کو جاسوس مذکور نے مفصل اطلاع دی کہ فلاں وقت اور فلاں زمانہ میں ان دونوں بھائیوں کا بدعویٰ سلطنت پختہ ارادہ خروج کرنے کا ہے اس متوحش خبر سے مطلع ہو کر خلیفہ گھبرا گیا اور زیاد مذکور والی مدینہ کو بخیال سازش فوراً موقوف کر دیا جیسا کہ تاریخ طبری کے صفحہ ایک سو چالیس ہجری کے واقعات میں مذکور ہے اور زیاد بن عبید اللہ کی جگہ محمد بن خالد کو والی مدینہ مقرر کیا اور اہم ترین کام اس کو یہ ہی سپرد ہوا کہ محمد و ابراہیم پسران عبد اللہ کو گرفتار کرنے کی کوشش کرے اور جو رقم اس کی تلاش میں صرف ہو خرچ کرنے کی اجازت دی گئی. چنانچہ دس ہزار دینار اور دس ہزار درہم ان کی تلاش میں صرف ہوئے اس پر بھی کچھ کام نہ چلا تو مدینہ طیبہ میں گھروں کی تلاشی شروع ہوئی اور ایک ہفتہ تک اہل مدینہ کو گھروں سے باہر نکلنے کا حکم نہیں تھا اس حکم سے اہل مدینہ تنگ ہو گئے تھے. کیونکہ ضروری کاروبار میں آمد و رفت بند ہونے کی وجہ سے بڑا ہرج ہونے لگا لیکن محمد و ابراہیم ایام تلاشی میں مثل یوسف ایک کنوئیں میں پوشیدہ تھے الغرض دونوں بھائیوں کا جب کچھ پتہ نہ چلا تو محمد بن خالد والی مدینہ بھی بخیال سازش معزول کئے گئے اور بجائے اُن کے ریاح بن عثمان مری والئے مدینہ مقرر ہوا اور حسب دستور اسکو بھی محمد و ابراہیم کی گرفتاری کا سخت تاکیدی حکم ملا چنانچہ بڑی سرگرمی کے ساتھ تلاشی پھر شروع ہوئی لیکن محمد و ابراہیم کی گرفتاری عمل میں نہ آسکی تو اُن کے عزیز و اقارب و دوست احباب کو گرفتار کرنا شروع کیا اور ان کے عزیز و اقارب کو گرفتار کرنے کی ایک وجہ خاص تھی وہ یہ کہ ایک شخص مسمی عبد اللہ بن عمران بن ابی فروہ نے خلیفہ منصور سے کہا کہ اے امیر المومنین کیا تیرا خیال یہ ہے کہ اگر محمد و ابراہیم گرفتار ہو جائیں تو ملک میں امن قائم ہو جائے گا ہرگز نہیں اگر اس خاندان میں سے ایک شخص بھی باقی رہ جائے گا تو وہ بھی شیر ببر سے زیادہ خوفناک ہے اس لئے ابو جعفر منصور نے ان کے عزیز و اقارب کو گرفتار کرنے کا حکم دیا تھا چنانچہ محمد و ابراہیم کے والد بزرگوار عبد اللہ بن حسن مثنیٰ اور عبد اللہ مذکور کے بھائی حسن مثلث اور داؤد و ابراہیم پسران الحسن مثنیٰ اور اُن کے ساتھ محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی گرفتار ہوئے اور حسن بن جعفر و سلیمان و عبد اللہ پسران داؤد و محمد و اسمٰعیل و اسحاق پسران ابراہیم و موسیٰ بن عبد اللہ اور ان کے ساتھ علی و عباس پسران حسن مثلث بھی گرفتار ہوئے اور علی بن محسن عبد اللہ بن حسن مثنیٰ کے پوتے بھی مصر سے آتے ہوئے گرفتار ہوئے اور یہ تمام باغ نبوت کے پھول جو گلچیں کے ظالم ہاتھوں نے گلزار نبوی سے توڑے تھے اسی سن ہجری میں ملک عراق کو ناقدر دانوں کے پاس روانہ کرتے گئے ان میں سے حسن و عباس و عبد اللہ پسران حسن مثنیٰ نے قید خانہ میں وفات پائی. یہ سب کچھ ہوا مگر محمد و ابراہیم پسران عبد اللہ کی گرفتاری میں

کوئی عامل کامیاب نہ ہوسکا یا آخر سن ایک سو پینتالیس ہجری (۱۴۵) میں محمد بن عبداللہ مذکور جن کا خوف خلیفہ منصور کے قلب کو ایک مدت سے پریشان کر رہا تھا ایک جماعت کثیر کو زیر علم لئے ہوئے مدینہ میں ظاہر ہوئے اور علی الاعلان لوگوں کو اپنی طرف دعوت کرنی شروع کی جب ابو جعفر منصور کو محمد بن عبداللہ کے مدینہ میں خروج کی خبر پہونچی تو اس نے محمد کو ایک خط لکھا جس میں بطور نصیحت کے چند آیات کلام مجید کی تھیں جن کا منشا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مفسدوں کو دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا کرتا ہے لیکن جو لوگ قادر ہونے کی حالت میں توبہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی خطائیں معاف کر دیتا ہے اور اُن پر مہربانی کرتا ہے اگر تم بھی اپنے مفسدانہ خیالات سے درگذر کرو تو میں اللہ اور اس کے رسول کو درمیان میں ضامن ٹھیرا کر عہد کرتا ہوں کہ تم کو اور تمہاری ساری اولاد و عزیزو اقارب کو اور تمہارے دوست و احباب کو جان و مال سے درگذر کروں گا اور دس لاکھ درہم اس وقت میں تم کو دوں گا اور تم کو یا تمہارے خاندان میں کسی کو کسی جگہ اور کسی وقت میں کوئی حاجت ہو تو میں ہر وقت مدد کرنے کو تیار ہوں اور تمہارے اقارب و احباب کو قید سے رہا کر دوں گا اور جس نے تمہاری بیعت کرلی ہے اس کو بھی معافی دوں گا اور اگر تم مجھ سے کوئی عہد لینا چاہو تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں اس کے جواب میں محمد بن عبداللہ نے بھی چند آیات کلام مجید کی تحریر کیں اُن کا مطلب یہ ہے کہ فرعون بادشاہ جب زمین پر غالب ہوا تو اُس نے شرفاء بنی اسرائیل کی اولاد ذکور کو قتل کرنا شروع کیا اور فی الحقیقت وہ مفسدین میں سے تھا اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کمزور اور ضعیفوں کو زمین کا وارث و امام بنائے اور جس بات سے وہ ڈرتا ہے وہ کر دکھائے اے ابو جعفر جس طرح تم نے مجھکو امان دینے کا وعدہ کیا ہے میں بھی تم کو اسی قسم کی امان دینے کا وعدہ کرتا ہوں تم جانتے ہو کہ خلافت ہمارا حق ہے ہماری موجودگی میں تم کیسے خلیفہ بن بیٹھے ہمارے جد اعلیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام تھے پھر تم اُن کے وارث کیسے ہوسکتے ہو ہم کو ہر طرح شرف حاصل ہے زمانہ جاہلیت میں ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دادی فاطمہ بنت عمرو کی اولاد میں تھے اور زمانہ اسلام میں حضور کی بیٹی فاطمہ رض کی اولاد میں ہیں لیکن تم ایسے نہیں ہو اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو منتخب کیا ہے پس والد ہمارے اشرف الانبیا ہیں اور سب سے پہلے اسلام ہمارے باپ علی رض نے قبول کیا اور ازواج مطہرات میں افضل خدیجہ طاہرہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دختران میں سب سے بہتر فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ سیدۃ النساء اہل جنت ہیں اور مولودین فی الاسلام میں حسن و حسین سردار اہل جنت کے اور علی رضی اللہ عنہ طرفین سے ہاشمی اور حسن دونوں جانب سے مطلبی ہیں اور میں جانبین سے اولاد رسول ہوں یعنے حسنی و حسینی ہوں لہذا میں بہترین بنی ہاشم ہوں از روئے نسب کے اور نیز ہمارے نسب میں عجمی اور کنیزوں کا میل نہیں ہے الغرض میں اولاد میں ہوں خیر الاخیار کی یعنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اور میں اولاد میں ہوں خیر الاشرار کی یعنے ابو طالب کی جو دوزخ میں سب سے کم عذاب ہے الغرض میں اولاد میں ہوں بہترین اہل جنت و بہترین اہل دوزخ کی اور مجھ پر اللہ کا عہد ہے کہ اگر تم میری اطاعت قبول کرو تو میں تم کو امن دونگا اور تمہارے جان و مال محفوظ ہوں گے اور جو کچھ اب تک تم نے کیا ہے سوائے حدود اللہ و حقوق المسلمین اور معاہد کے باقی سب معاف کر دوں گا اور میں تم سے دریافت کرتا ہوں کہ تم کس قسم کی معافی مجھکو دینا چاہتے ہو جب کہ تم ابن ہبیرہ اور اپنے چچا عبداللہ ابن علی اور ابومسلم کے ساتھ بد عہدی

کر چکے ہو اب تمہارے اقوال کو اعتبار کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

ابو جعفر منصور نے اس خط کا جواب دیا اور لکھا کہ تمہارا خط مجھکو ملا اور میں نے اس کو پڑھا تم نے جو ناواقف کم فہم لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے چند عورتوں کی قرابت پر فخر کیا ہے اور یہ نہیں خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا رشتہ مردوں کے رشتہ کے برابر نہیں قرار دیا اور کلام الٰہی میں مردوں کو عورتوں پر مقدم رکھا ہے اگر عورت کو قرابت پر فضیلت ہوتی تو حضرت آمنہؓ والدہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سب سے پہلے جنت میں جاتیں الغرض ابو جعفر نے محمد کی ہر بات کا اگرچہ جواب دیا ہے مگر اس میں کوئی معقول بات نہیں ہے لہذا بخوف طوالت اس بحث سے درگذر کی گئی القصہ سلطنت عباسیہ کیطرف سے محمد بن عبد اللہ کے مقابلہ کے لئے قریب بیس ہزار فوج روانہ کی گئی اور محمد مذکور کی جماعت نے اس لشکر عظیم کا بڑی دلیری و شجاعت کے ساتھ مقابلہ کیا اور چند لڑائیاں ایسی ہوئیں کہ شکست و فتح دونوں بیتاب و بیقرار ہو کر کبھی ادہر آتی تہیں اور کبھی اُدہر آخر کار محمد مذکور کے لشکر میں سے بہت آدمی جنگ میں کام آگئے تھے اور اکثر آدمی ساتھ چھوڑ کر چلدئے تھے آپ کی اس حالت بیکسی پر رحم کر کے شکست نے آپکا ساتھ دینے کا مصمم وعدہ کر لیا تھا الغرض باقیماندہ لشکر کو جب شکست کی منحوس صورت ہر وقت دوش بدوش نظر آنے لگی تو آپ کے باقیماندہ ہمراہیوں نے کہا کہ اب آپ بھی یہاں سے چلدیجئے اسلئے کہ آپ کے ہمراہی بہت لوگ چلے گئے ہیں اس کے جواب میں محمد مذکور نے کہا کہ میں تم لوگوں کو بھی بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ اپنی عزیز جانیں بچاکر کہیں کو چلے جاؤ چنانچہ ان میں سے بھی بہت آدمی مختلف مقامات کو بھاگ گئے اور محمد مذکور نے غصہ میں آکر اپنے گھوڑے سے نیچے اتر کر اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے اور ایک حملہ میں ستر آدمیوں کو قتل کر کے بروز دوشنبہ ۱۴ رمضان شریف سن ایک سو پینتالیس ہجری میں مقتول ہوئے۔

بعد مقتول ہونے محمد مذکور کے اُن کے باقیماندہ ہمراہی گرفتار ہوئے جن میں سے حسن و یزید و صالح پسران معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر طیار و حسین و عیسیٰ پسران زید شہید اور حمزہ ابن عبید اللہ ابن امام محمد باقر اور زید و علی پسران حسن مثنیٰ قاسم ابن اسحاق بن عبد اللہ بن جعفر طیار و مرجی علی ابن جعفر و عبد اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر فاروق اعظمؓ یہ لوگ سب گرفتار کئے گئے ان میں سے عبید اللہ فاروقی حسب الحکم خلیفہ کے حضور میں پیش کئے گئے خلیفہ ابو جعفر منصور نے نہایت تعجب کی نگاہ سے عبید اللہ فاروقی سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے بھی محمد کا ساتھی ہو کر مجھ پر خروج کیا انہوں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک محمد کا ساتھ نہ دینا کفر تھا خلیفہ نے کہا کہ تمہارا وہم ہے اور غلط خیال ہے۔ اور صاحب طبری یہ بھی لکھتا ہے کہ خلیفہ منصور کا قول ہے کہ آل زبیر میں سے اگر ہزار آدمی اچھے ہوں اور ایک برا ہو تو میں سب کو قتل کر دوں اور آل فاروق میں سے اگر ہزار آدمی برے ہوں اور ایک اچھا ہو تو میں سب کو چھوڑ دوں اس سے صاف ظاہر ہے کہ آل فاروق سے سلطنت عباسیہ کو حسن ظن تھا اس لئے ابو جعفر منصور نے عبید اللہ فاروقی کو نہایت تعجب کی نگاہ سے دیکھا اور شکایت کی اور محمد ابن عبد اللہ مذکور کے خروج کی بابت صاحب طبری نے بقول عیسیٰ ابن عبد اللہ کے لکھا ہے کہ عیسیٰ ابن عبد اللہ مذکور کی والدہ مسماۃ ام حسین جو حضرت امام حسینؓ کی نبیرہ زادی تہیں انہوں نے اپنے چچا امام جعفر

صادقؑ سے دریافت کیا کہ اس جنگ میں محمد بن عبداللہ کا کیا حال ہوتا ہے امام جعفر صادقؑ نے جواب دیا کہ محمد اسی جنگ میں مقام بیت روحی کے پاس قتل کئے جاویں گے اور ان کے بھائی پدری و مادری عراق میں قتل کئے جاویں گے اور حمزہ ابن عبداللہ بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی نسبت صاحب طبری لکھتا ہے کہ ان کے چچا امام جعفر صادقؑ نے ان کو اس خروج میں شریک ہونے سے بہت منع کیا مگر وہ محمد مذکور کا ساتھ دینے میں سب سے زیادہ گرم تھے الغرض جب ان لوگوں نے امام جعفر صادقؑ کا کہنا نہ مانا اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے تو امام جنگ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے غائب ہو گئے یاد رہے کہ حمزہ مذکور سید ناصر معروف بہ ادہم کے حقیقی چچا ہیں

خروج ابراہیم بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ۔ ناظرین بیانات سابقہ کے مطالعہ سے سمجھ گئے ہوں گے کہ ابو جعفر منصور خلیفہ عباسی نے محمد و ابراہیم دو شخصوں کی گرفتاری کا حکم دیا تھا اور ان کے نہ ملنے پر ان کے عزیز و اقارب گرفتار ہوئے تھے لیکن ان میں سے ایک بھائی نے یعنی محمد نے تو مدینہ سے خروج کیا جیسا کہ مذکور ہوا مگر ان کے دوسرے بھائی ابراہیم ابھی باقی ہیں جو باوجود تلاش بسیار کے کسی کے ہاتھ نہیں آئے تھے انہوں نے اسی سال کے آخر میں یعنی ۱۴۵ھ میں بمقام بصرہ پہونچ کر ایک کافی جماعت اپنے ساتھ کر لی آخرکار مقام بصرہ سے خروج کیا اور لشکر عباسی سے سخت لڑائیاں ہوئیں بالآخر ایک سخت جنگ کے بعد جو موضع باخمری میں جو درمیان بصرہ و کوفہ کے ہے داد شجاعت دیکر مقتول ہوئے اور تاریخ طبری کے صفحہ ۲۴۸ پر بقول ہیثم بن عدی کے لکھا ہے کہ جب ابو جعفر منصور کے عذاب سے ڈر کر اولاد رسول مختلف شہروں اور ملکوں کو بھاگ گئی اور یہ خبر خلیفہ منصور کو پہونچی تو اس نے چند اشعار پڑھے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر پہلے سے حالت امن میں ایسا خوف کرتے تو یہ نوبت کیوں پہونچتی۔ اور صاحب طبری ۱۵۸ھ کے واقعات میں لکھتا ہے کہ ابو جعفر منصور نے جب آخری سفر حجاز کا ارادہ کیا تو اپنے بیٹے مہدی کو جو ولی عہد تھا یہ وصیت کی کہ اہل خراسان تیرے دوست و مددگار ہیں ان کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آنا اور ان کی خطاؤں سے درگذر کرنا کیونکہ انہوں نے اپنی جان و مال سے ہمارا ساتھ دیا ہے اور ایک کتاب مہدی کو دی جس پر مہر لگی ہوئی تھی اور اس کتاب کی بابت ہدایت کی کہ اس کو اس وقت کھولنا کہ جب مکہ سے میرے مرنے کی خبر تجھ کو صحیح طور سے ملے اس لئے کہ میں حجاز کے اس سفر سے واپس آنے کی امید نہیں رکھتا ہوں (خلفاء عباسیہ کے ہاں ایک کتاب نسلاً بعد نسل چلی آتی تھی جس میں ابو جعفر مذکور کے مرنے کی خبر درج تھی اسی پر اعتماد کر کے ابو جعفر نے سفر حجاز کی روانگی سے پہلے وصیت کر دی تھی مگر حسب اتفاق سفر حجاز کو جاتے وقت چونکہ مہدی مذکور بمقام رے میں تھا اس لئے ابو جعفر نے ولیعہد کی بیوی کو بلا کر خزانہ کی کنجیاں اس کے حوالے کر دیں اور اس سے پختہ حلف لیا کہ تو خود کسی قفل کو ہرگز نہ کھولے گی اور سوائے مہدی کے اور کسی کو خبر نہ ہو اور مہدی بھی کوئی قفل اس وقت تک نہ کھولے جب تک کہ میرے مرنے کی صحیح خبر اس کو نہ پہونچے۔ یہ ہدایت کر کے ابو جعفر سفر حجاز کو روانہ ہوا اور جب وہ قریب مکہ کے پہونچا تو اس نے راستہ میں ایک متوحش خواب دیکھا جس سے نہایت پریشان ہوا اور گھبرا کر اپنے ہمراہی مسمی ربیع سے کہا کہ اب میں اپنے آپ کو بالکل عرضہ تصور کرتا ہوں مجھ کو بہت جلد حدود حرم میں پہونچا دو تاکہ میں اپنے ظلم و گناہوں سے امن پاؤں چنانچہ بمشکل تمام خدا خدا کر کے مقام بیر میمونہ تک پہونچا تھا کہ ربیع مذکور نے کہا کہ اب آپ حدود حرم میں داخل ہو گئے اس پر ابو جعفر نے کہا الحمد للہ الغرض اسی روز وہ مر گیا جب اس کے مرنے کی خبر منزلیں طے کرتی ہوئی

دار السلطنت تک پہونچی اور اس کا بیٹا مہدی قائمقام اپنے باپ کے تخت نشین ہوا تو خلیفہ مہدی نے بموجب وصیت اپنے باپ کے ایک کوٹھری کا قفل اپنے ہاتھ سے کھولا جسکو پوشیدہ رکھنے کی سخت ہدایت کی گئی تھی اس کوٹھری کو کھول کر جب اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ اُس کے اندر زمین سے چھت تک خاندان سادات کی لاشیں چنی ہوئی ہیں اور ہر ایک لاش کے کان میں ایک ایک پرچہ اُن کے نسب نامہ کا آویزاں ہے ان میں کچھ بوڑھے اور بچے و جوان ہیں گویا کہ گلچیں کے ظالم ہاتھوں نے باغ نبوت کے پھولوں کے ساتھ بن کھلی کلیاں بھی توڑ ڈالی ہیں الغرض خلیفہ مہدی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گیا اور سخت پریشان ہوا مگر کیا ہو سکتا تھا آخرکار ایک گڑھا کھدوا کر اُس میں تمام لاشیں خلیفہ مہدی نے دفن کرا دیں اور اُس پر ایک دوکان تعمیر کرا دی مخفی نہ رہے کہ یہ لاشیں اُن لوگوں کی تھیں کہ جو خاندان سادات میں سے پوشیدہ طور پر گرفتار کرا کر قتل کرائے جاتے تھے اور جو علانیہ طور پر قتل ہونے تھے وہ اس میں شامل نہیں تھے اب زمانہ ابو جعفر منصور کا ختم ہو گیا ہے لیکن ایک واقعہ جو ابو جعفر مذکور اور حضرت امام جعفر صادق کے درمیان پیش آیا قابل بیان ہے وہ یہ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ جائداد تھی اُس کے ذریعے سے وہ اپنے متعلقین کی معاش سے بیفکر تھے وہ جائداد خلیفہ ابو جعفر منصور نے ضبط کر لی تھی اسلیئے امام صادق علیہ السلام نے اس جائداد کی واگذاشت کے لئے ایک درخواست خلیفہ مذکور کے حضور میں پیش کی اس پر اُن کو خود حاضر ہونے کے لئے حکم ہوا چنانچہ امام صادق دربار میں تشریف لے گئے تو ابو جعفر منصور نے کہا کہ تمہاری جائداد واپس نہیں ہو سکتی اور تم بھی قتل کئے جاؤ گے اس کے جواب میں امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو جعفر تو کیوں فضول گوئی کرتا ہے مجھکو تو قتل نہیں کر سکتا ہے خلیفہ منصور نے دریافت کیا کہ میں تم کو کیوں نہیں قتل کر سکتا ہوں امام صادق نے فرمایا کہ میرے باپ کی عمر تریسٹھ سال کی ہوئی اور میرے دادا کی عمر بھی تریسٹھ سال کی ہوئی اور علیؑ ابن ابیطالب کی عمر بھی اسی قدر ہوئی اور حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عمر بھی تریسٹھ سال کی ہوئی اور میری عمر بھی اسیقدر ہے لہذا تو اس سے پہلے مجھکو نہیں قتل کر سکتا یہ سن کر خلیفہ منصور خاموش ہو گیا اور جائداد نہیں چھوڑی مگر امام صادق کو چھوڑ دیا اور آپ نے تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حسین بن علی بن حسن مثلث انہوں نے بھی ایک معقول تعداد لشکر کی جمع کر لی تھی ۱۶۹ھ ہجری بزمانہ سلطنت موسیٰ ہادی خلیفہ عباسی مدینہ میں خروج کیا اور چند لڑائیوں کے بعد مکہ و مدینہ کے درمیان مقام فخ میں آپ مقتول ہوئے اور اسی مقام فخ میں ان کے ہمراہیوں میں سے ادریس و یحییٰ پسران عبداللہ بن حسن مثنیٰ غائب ہو گئے۔

یحییٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ یہ ابراہیم کے تیسرے بھائی ہیں جو حسین بن علی بن حسن مثلث کے خروج میں شریک تھے اور مقام فخ میں آثار شکست دیکھ کر بعد قتل ہونے حسین بن علی مذکور کے وہاں سے غائب ہو گئے تھے اور ایک مدت تک مختلف مقامات میں پوشیدہ رہکر ۱۷۵ھ میں بمقام دیلم پہونچکر وہاں کے باشندگان کو اپنی طرف مائل کیا اور ایک مناسب

جماعت ہمراہ لیکر ۱۷۶ھ بمقام دیلم خروج کیا یہ زمانہ سلطنت خلیفہ ہارون رشید کا تھا لیکن خلیفہ مذکور نے امان دینے کا جھوٹا وعدہ کرکے دھوکے سے گرفتار کر لیا۔

ادریس بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ یہ محمد و ابراہیم کے چوتھے بھائی ہیں جو حسین بن علی مذکور کے خروج میں شریک تھے اور بعد قتل ہونے حسین مذکور کے مقام فخ سے علیحدہ ہو کر غائب ہو گئے تھے یہ بھی مختلف مقامات میں پھرتے پھرتے مقام مصر پہونچے وہاں سے پھر بمقام ولیلہ پہونچ گئے وہاں کے لوگوں سے بیعت لینی شروع کی اور اس کے قرب جوار میں قوم بربر کے لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا اور وہیں ایک مدت تک حکومت کرتے رہے چنانچہ سلطنت سادات ادریسیہ کی آپ سے ہی قائم ہوئی لیکن خلیفہ رشید عباسی نے اپنے غلام مسمّٰے سماح کے ذریعہ سے ان کو زہر دلوا دیا تھا جس سے آپ کی وفات ہوئی۔

ادریس بن ادریس۔ یہ ادریس بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ کے بیٹے ہیں ان کی والدہ ایک کنیز قوم بربر سے تھیں جب سماخ غلام ہارون رشید نے ادریس بن عبداللہ کو زہر دیا اور اس سے ان کی وفات ہوئی تو اس وقت انہوں نے اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑا تھا چونکہ قوم بربر کے لوگ ادریس بن عبداللہ کی حکومت سے خوش تھے اور ان کی وفات کے وقت اور کوئی بیٹا نہ تھا اسلئے اُن لوگوں نے باہم مشورہ کر کے تاج شاہی کو ادریس بن عبداللہ کی حاملہ زوجہ کے سر پر رکھ دیا کہ اس کے اگر بیٹا پیدا ہو تو وہی مالک تاج ہوگا۔ چنانچہ اس کے بیٹا پیدا ہوا اور قوم بربر نے مشورہ کرکے اس نوزائیدہ پسر کا نام بھی ادریس ہی رکھا جب سن شعور کو پہونچا تو اسی کو اپنا بادشاہ مقرر کیا۔

محمد بن ابراہیم طباطبا نے ۱۹۹ھ میں بمقام کوفہ خروج کیا ان کا سپہ سالار ابو السرایا تھا اس نے ابن طباطبا کو زہر دلوا کر مار دیا اور بجائے ان کے ایک نو عمر لڑکا مسمّٰی محمد بن محمد جو امام زین العابدین کا نبیرہ زادہ تھا قائم مقام کیا اور کل اختیار امارت کے اپنے ہاتھ میں لئے۔

محمد بن سلیمان کو سن مذکور ہجری میں ابو السرایا مذکور نے فوج کثیر دیکر مدینے کو بھیجا۔

پنجم:۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ آپ کا اسم مبارک علی اصغر اور کنیت ابو محمد و ابو الحسن اور لقب آپ کا امام زین العابدین ہے آپ کے تین بھائی مسمیان علی اکبر و جعفر و عبداللہ اور دو ہمشیرہ سکینہ و فاطمہ تھیں لیکن آپ کے بھائی علی اکبر و جعفر غیر معقب رہے اور آپ کے چھ صاحبزادے صاحب اولاد ہیں ۳۸ھ ہجری میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور ۹۵ھ ہجری میں آپ نے وفات پائی آپ کی والدہ ماجدہ مسماۃ شہربانو بادشاہ فارس یزدجرد کی دختر نیک اختر ہیں جو بزمانہ خلافت امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنگ جہاد میں ہاتھ آئیں اور بحکم امیر المومنین امام حسین رضی اللہ عنہ کو دی گئی تھیں اور آپ کے صاحبزادے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ بہت بڑے فقیہہ و عالم تھے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ام عبداللہ فاطمہ بنت امام حسن ہیں ۱۱۴ھ ہجری میں بعمر ساٹھ سال وفات پائی اور آپ کے صاحبزادہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور امام صادق کے حقیقی برادران عبداللہ و اسمٰعیل و ابراہیم کی والدہ مسماۃ ام فروہ بنت قاسم

بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بن امام جعفر صادق کی جو جائداد ابوجعفر منصور نے غبط کر لی تھی وہ اس کے بیٹے مہدی عباسی نے اپنی خلافت کے زمانہ میں چھوڑ دی اور آپ کی اولاد ملک حجاز وعجم میں بکثرت ہے۔

ششم: عبداللہ بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ آپ کا لقب دقدق ہے اور کتب الکریم بھی لکھا ہے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ہیں آپ کی اولاد ملک عرب میں نہیں رہی کیونکہ بزمانہ سلطنت ابوجعفر منصور آپ کی اولاد مختلف مقامات میں منتشر ہو گئی تھی چنانچہ ملک خراسان وہندوستان وغیرہ میں بکثرت ہیں اسی وجہ سے نساب عرب نے عبداللہ مذکور کی اولاد کا ذکر نہیں کیا اور بعض متاخرین نے جب عبداللہ کی اولاد کا ذکر انساب عرب میں نہ پایا تو ان کو غیر معقب لکھ دیا بلکہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں صرف امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو معقب اور باقی سب کو غیر معقب لکھا ہے مگر کتاب معارف ابن قتیبہ میں بصراحت لکھا ہے کہ عبداللہ دقدق صاحب اولاد ہیں اسی وجہ سے سادات خراسان وہرات جو اولاد ناصر بن ہاشم بن عبداللہ مذکور سے ہیں اور وہ ملک خراسان وغیرہ میں شرف سیادت سے ممتاز ہیں نیز وہ اپنے سلسلہ جدی کو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے یقیناً جانتے ہیں انہوں نے متاخرین کے اختلافات مذکورہ پر لحاظ کر کے ناصر مذکور کو امام جعفر صادق کا بیٹا قرار دیا یا اس لئے انکو ایک بڑی مشکل سے مقابلہ کرنا تھا وہ یہ کہ متاخرین نے امام محمد باقر کی اولاد میں سوائے امام صادق کے سب کو غیر معقب لکھا ہے لیکن انکو امام محمد باقر کی اولاد میں ہونے کا یقین کامل تھا اس وجہ سے انہوں نے یہ قیاس کر لیا کہ ناصر مذکور امام جعفر صادق کے بیٹے تھے حالانکہ یہ امر خلاف واقعہ ہے چنانچہ علمائے نسب نے جب اس امر کو تحقیق کیا تو ان کے اس دعوے کو صحت و راستی سے خالی پایا اور صاف ظاہر کر دیا کہ امام جعفر صادق کی اولاد میں کوئی بیٹا ناصر نہیں تھا۔ لہذا یہ دعویٰ غلط ہے یا کسی دلیل کا محتاج ہے جیسا کہ صحاح الاخبار میں تحریر ہے لہذا ظاہر ہے کہ بعض اولاد سید ناصر بن ہاشم میں سے جو ہرات وخراسان میں تھے وہ شرف سیادت کے ساتھ معروف تھے لیکن ان کے نسب نامہ میں صرف اس قدر غلطی تھی کہ بجائے عبداللہ دقدق کے اُن کے حقیقی بھائی امام جعفر صادق کو اپنا مورثِ اعلیٰ خیال کرتے تھے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور عبداللہ مذکور کا صاحب اولاد ہونا سوائے کتاب معارف ابن قتیبہ کے دیگر کتب معتبرہ تواریخ سے بخوبی ثابت ہے چنانچہ صاحب طبری لکھتا ہے کہ حمزہ بن عبداللہ بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ کے ساتھ خروج میں شریک تھے ملاحظہ ہو آخری حصہ نمبر ۴

اور صاحب طبری نے یہ بھی لکھا ہے کہ حمزہ کے چچا امام صادق نے ان کو اس جنگ میں شریک ہونے سے بہت منع کیا مگر وہ نہ مانے۔ ام حسین دختر عبداللہ دقدق، عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابیطالب کی زوجہ ہیں ان کے بیٹے مسمی عیسےٰ بن عبداللہ بن محمد مذکور اوستاد ہیں ابوجعفر محمد بن جریر طبری کے چنانچہ کتاب طبری میں اکثر اقوال آپ سے منقول ہیں۔

سید ہاشم بن سید عبداللہ دقدق کی والدہ مسماۃ زلیخا بنت نقیبہ عقیل علوی ہیں آپ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے از کتاب

کثرت الانساب بحوالہ احتساب الانساب مولفہ میر سید الارشد کالپی۔

سید محسن بن سید ہاشم کی والدہ زینب بنت سید احمد ہیں اولاد آپ کی بکثرت ہے چنانچہ خاندان میر ارشد کالپی صاحب احتساب الانساب اور خاندان صاحب کنز الانساب حاجی سید عطا حسین معروف بہ عبدالرزاق انہی کی اولاد سے ہیں۔

سید ناصر ادہم کی شادی تولد ابراہیم بن ادہم جد اعلےٰ حضرت خواجہ فریدالدین گنجشکر قدس سرہٗ

سید ناصر معروف بہ ادہم ابن ہاشم۔ آپ کی والدہ مسماۃ ام ناصر بنت عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ نسب نامہ پیران عبدالاحد حقانی بہاری سے ظاہر ہے ناصر بن ہاشم مذکور ۱۴۵ھ میں بزمانہ سلطنت ابوجعفر منصور خلیفہ عباسی مدینہ منورہ سے ملک خراسان میں وارد ہوئے اور سبب ورود آپ کا یہ ہے کہ بنی فاطمہ نے خلاف سلطنت عباسیہ خروج کیا تھا جیسا کہ نمبر چار کے مطالعہ سے ظاہر ہے اور ان کے علاوہ بہت کثرت سے خروج ہوئے ہیں جو بخوف طوالت چھوڑ دئے گئے ہیں بوجوہ بالا چونکہ یہ خاندان مخالف و باغی سلطنت خیال کیا جاتا تھا اسلئے اکثر افراد بنی فاطمہ خفیہ طور سے یا علانیہ جیسا موقعہ ہوا قتل کئے جاتے تھے اور اکثر اشخاص گرفتار کر کے قید کئے جاتے تھے لہذا بہت لوگ اس خاندان کے اپنی جانیں بچا کر مختلف مقامات اور دور و دراز ملکوں کو بھاگ گئے چنانچہ نمبر چار کے خروج ابراہیم بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ سے واضح ہے اور منجملہ مفرورین جماعت کے ابنائے عبداللہ قدق مذکور بھی ہیں اسی وجہ سے آپ کی اولاد کا سلسلہ نسب انساب عرب میں محفوظ نہیں رہا۔ چنانچہ سید ناصر بن ہاشم جن کے حقیقی چچا حمزہ نے بشرکت محمد بن عبداللہ خروج کیا تھا اپنے وطن سے مفرور ہو کر رفتہ رفتہ ملک خراسان کے ایک شہر بلخ میں پہونچے جو تابع سلطنت عباسیہ تھا اور آبادی شہر سے باہر ایک حجرہ خام بنا کر حب جاہ و مال دنیا کو دل سے دور کر کے عبادت الٰہی میں مصروف رہنے لگے اور آزادانہ زندگی بسر کرنے لگے ایکروز کسی ضرورت سے شہر بلخ میں تشریف لائے اتفاقاً اس روز امیر بلخ کی شہزادی بطور تفریح طبع سواری میں جا رہی تھی کہ ناگاہ ہوا سے پردہ اٹھ گیا اور حضرت ناصر کی نگاہ بیحجاب اس پر پڑی یہ حضرت اس کو دیکھ کر بیتاب ہو گئے نوعمری کا زمانہ اور شباب کے دن اس امر کے مقتضی ہوئے کہ اس کو اپنے نکاح میں لانا چاہئے اگرچہ حضرت ناصر ادہم کی شادی امیر بلخ کی لڑکی سے ہونا اور تولد ابراہیم قدس سرہٗ چند کتب مثل گلزار ابراہیم و اقتباس الانوار و شجرۃ الانوار وغیرہ میں مفصل مذکور ہے مگر اس جگہ بھی بطور اختصار اس کا ذکر لطف سے خالی نہ ہوگا بالآخر دربار امیر بلخ میں سید ناصر ادہم کو اس خواہش کا اظہار کرنا پڑا اگرچہ ارکین امارت نے اس معاملہ میں امیر کی طبیعت کو مائل پا کر طرح طرح سے خلل اندازی کی اور طرح طرح کے حیلے سے قرابت سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر منشائے ایزدی کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتا تھا الغرض بعد سوال و جواب بسیار کے امیر بلخ نے سید ناصر مذکور سے نسب کی بابت سوال کیا کہ تم کس کی اولاد میں ہو اس سوال کا جواب دینا سید ناصر کے لئے آسان نہیں تھا بلکہ چند در چند مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا اول تو اس وقت بنی فاطمہ کے سر پر آفت آ رہی تھی جس جگہ اور جہاں کہیں پتہ ملتا وہیں سے گرفتار ہوتے تھے ہر قسم کی تکلیف دہی و ایذا رسانی بنی فاطمہ کے لئے جائز رکھی گئی تھی شرف سیادت اس وقت آزار جان کا باعث تھا

نگروہ ادہم کے لئے فراق جاناں کا موجب بھی ہو گیا کیونکہ منسوب سلطنت مطیع سلطنت سے رشتہ و قرابت نہیں کر سکتا دیکھو نمبر ۳ جیسا کہ محمد بن عبداللہ عثمانی کو اس جرم میں ایک سو اسی کوڑے لگائے گئے تھے کہ اس نے اپنی دختر رقیہ کا نکاح ابراہیم بن عبداللہ فاطمی کے ساتھ کیا تھا الغرض جس خوف سے ادہم نے اپنا مالوف وطن چھوڑا تھا وہی سوال یہاں بھی پیش آیا تھا اس نوجوان نے اپنی عقل کی مشورت سے اپنے پدری نسب کو مخفی رکھا اور مادری نسب کا اظہار کیا اور کہا کہ میرا خاندان فاروقی ہے۔ میں عبداللہ بن عمر کی اولاد میں ہوں (جو آپ کے نانا ہیں) اس طرح نسب کے اظہار میں سید ناصر کی چند مصلحتیں مقتضی تھیں اول یہ کہ غیر شخص کو اپنا باپ و دادا بنانا معیوب و ممنوع ہے لیکن یہ معیوب نہیں کیونکہ اولاد میں ہونا پدر و مادر کے لئے مساوی ہے دوسرے یہ کہ فاروقی النسل اشخاص پر سلطنت عباسیہ کو پورا اعتقاد و بھروسہ تھا اور خیر خواہ سلطنت خیال کئے جاتے ملاحظہ ہو نمبر ۲ جہاں کہ عبیداللہ فاروقی گرفتار ہو کر ابو جعفر منصور خلیفہ عباسی کے حضور میں پیش کئے گئے ہیں تیسرے یہ کہ افشائے نسب سے خوف جان و اندیشہ آبرو دامنگیر تھا چوتھے یہ کہ اظہار سیادت کی صورت میں وصل مخطوبہ قطعی ناممکن تھا الغرض بلحاظ ان تمام مصلحتوں کے سید ناصر نے اپنا نسب فاروقی ظاہر کیا جو بلحاظ واقعہ کے صحیح بھی ہے القصہ جب امیر بلخ نے آپ کے نسب کا حال معلوم کر کے سکوت اختیار کیا جس سے آثار قبولیت ہویدا تھے اور سید ناصر کو پھر کسی وقت آنے کی اجازت دی گئی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ امیر بلخ کو اس نسبت کے قبول کرنے میں اب بہت تھوڑی حجت باقی ہے سید ناصر تو اپنے مسکن کو چلے گئے مگر اعیان امارت نے امیر کی طبیعت کا یہ حال دیکھ کر اس کی شان امارت کے لحاظ سے شہزادی کے ہاتھ کو ایک درویش کے ہاتھ میں دیدینا نہایت ہی معیوب ظاہر کیا اس پر امیر بلخ نے جواب دیا کہ یہ سب کچھ سچ ہے کہ میری شان و شوکت سے یہ امر بعید ہے مگر یہ بات اس سے زیادہ بعید ہے کہ میں ایک شخص کو متوقع کر کے پھر اسکو مایوس کردوں اگر حسن تدبیر سے کوئی ایسی بات پیدا کی جاوے جس سے مجھ پر یہ الزام عاید نہ ہو تو کیا عجب ہے کہ میں اس خیال سے باز رہوں اراکین سلطنت نے امیر کی طبیعت کا اندازہ کر کے یہ بات تجویز کی کہ خزانہ شاہی میں ایک گوہر آبدار کلاں موجود ہے اس کا ثانی بڑی بڑی سلطنتوں میں اب تک دستیاب نہ ہو سکا اگر اس گوہر لاثانی کو درویش کے سامنے اس طرح پیش کیا جاوے کہ شاہزادی کا اصرار یہ ہے کہ جو شخص میرے اس گرانبہا گوہر کا جوڑا حاصل کر لائے وہ میرا شوہر ہونے کا مستحق ہو سکتا ہے ورنہ نہیں الغرض جب ادہم معینہ وقت پر دربار شاہی میں حاضر ہوئے تو یہی شرط ان کے سامنے پیش کی گئی جو تعلیق بالمحال خیال کر کے وزراء امارت نے تجویز کی تھی چنانچہ سید ناصر ادہم اس شرط کو سن کر گھبرائے اور مایوس ہو کر چلے گئے بارگاہ خداوندی میں عاجزی کے ساتھ زار زار رونا شروع کیا اور کامل دو سال تک ایک بڑے دریا کے کنارے پر مقیم ہو کر اپنی آرزو و تمنائے دلی کی کامیابی کے لئے بارگاہ ایزدی میں دست بدعا رہے چنانچہ دو سال کی پریشانی کے بعد یہ گریہ و زاری شاہنشاہ کون و مکان کے حضور میں قبول ہوئی جہاں ایسے گوہر ہائے آبدار ریگ بیابان سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اور اسی قسم کا ایک موتی حضرت خضر علیہ السلام کی رہبری سے سید ناصر کو دیا گیا اصل بات یہ ہے کہ جو امر منظور خدا ہوتا ہے اس کی کامیابی کے لئے ایسے ہی سامان بہم پہونچا کرتے ہیں چنانچہ سید ناصر اس گوہر ثانی کو لیکر نہایت خوش خوش دربار شاہی میں پہونچے لیکن امیر

بلخ تک پہونچنے سے پہلے ارکین دربار نے جو اُن کے مخالف تھے اس گوہر نایاب کو اُن سے چھین لیا اور اُن کو وہاں سے نکالدیا یہ اپنی تمناؤں کی کامیابی سے مایوس ہوکر اپنے مسکن کو واپس آئے مگر اُس وقت اُن کے دلِ ناشاد کی حالت کا وہی شخص اندازہ کرسکتا ہے جو لبعد عافیت کسی مصیبت میں گرفتار رہا ہو کچھ عرصہ کے بعد شہر میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ شاہزادی امیر بلخ دفعتاً کچھ بیمار ہوگئی ہے بڑے بڑے نامی گرامی طبیب و معالج حیران و پریشان ہیں مگر افاقت کی صورت نظر نہیں آتی چند گھنٹے کے لبعد جب کہ تھوڑا دن باقی تھا محل شاہی میں کہرام مچگیا جس سے معلوم ہوا کہ شاہ بلخ کی دختر نیک اختر جس نے اپنے عاشق زار ادہم کو بیقرار کر رکھا تھا اُس کا انتقال ہوگیا۔

گھر میں شاہ کے حشر اک برپا ہوا ؛ دم کے دم میں بن گیا ماتم سرا ؛ جب حضرت ادہم حسب معمول اپنے دلِ بیقرار کو تسلی و تسکین دینے کے لئے محل شاہی کیطرف آئے تو یہاں کا رنگ بدلا ہوا پایا دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ

جس پہ تو عاشق تھا امیر و فقیر ؛ لایا تھا جس کے لئے زر منیر ؛ کرگئی وہ اس جہاں سے انتقال ؛ مرگئی وہ دختر نیک خصال

مگر عام لوگوں کے کہنے کا حضرت ادہم کو یقین نہ ہوا اور قریب محل شاہی کے پہونچے تو ارکین دولت میں ہر شخص کو گریہ کناں نالہ و زاری میں مشغول پایا تو سر کو اپنے اس کے در پر مار کر ؛ گر پڑا تھرا کے خاک پر ؛ جب ہوش ہوا تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہکر ان اللہ مع الصابرین پر عمل کیا آخر کار جب اُس ماہ پارہ کو دفن کرکے لوگ واپس آئے تو آفتاب غروب ہوچکا تھا گویا کہ آفتاب و مہتاب دونوں کچھ عرصہ کے لئے زمین کی اوٹ میں آگئے تھے اور حضرت ادہم اندہیری رات میں اپنے حجرے میں بیقرار دل کو روکے ہوئے پڑے تھے لیکن جب نہ رک سکا تو اُٹھے اور سیدھے مرقد محبوبہ پر پہونچے اب رات قریب نصف کے پہونچ گئی ہے اور قبر کے شاہی پہرہ دار لشکر نیند کی حراست میں آچکے تھے انہوں نے جاکر قبر کو کھول ڈالا اور اپنی محبوبہ کی لاش کو قبر سے نکال کر اپنے حجرے میں لے آئے اور ایک دیوار سے لگا کر کھڑا کر دیا اور صحرائی درختوں کی خشک لکڑیاں جمع کرکے آگ کی روشنی کی اور لاش کے سامنے بیٹھ کر کہنے لگے۔

از گلزار

کرکے اس کی لاش کو ادہم خطاب　　یوں لگا کہنے زراہِ اضطراب
اے بتِ سنگین دل نا آشنا　　کیوں کیا مجھکو بلا میں مبتلا
کیوں دکھا کر دفعتہً اپنی پھبن　　رنج میں ڈالا اے نازک بدن
درد و غم میں اپنے کرکے مبتلا　　ایک مدت تک مجھے رسوا کیا
مجھسے کیوں چاہی تھی وہ نادگہر　　دو برس تک کیوں کھلایا ہجر کا
عہد گر تجھ سے وفا کرنا نہ تھا　　مجھ کو زندہ چھوڑ کر مرنا نہ تھا
تجھ میں کچھ بوئے وفاداری نہیں　　یار ہو کر شیوہ یاری نہیں
تجھ کو گر دنیا سے کرنا تھا سفر　　ساتھ لینا تھا مجھے اے سیمبر

روح تیری باغ جنت کو گئی　　لے گئی اس سخت جاں کو بیکلی
حال کیا میرے خبر بھی ہے تجھے　　کل نہیں پڑتی کسی کروٹ مجھے
باغ جنت میں کیا تو نے وطن　　میں ہا ہجر و الم میں غوطہ زن
حیف ہے صد حیف دیدار حبیب　　بعد مرنے کے ہوا مجھکو نصیب
واہ اے چرخ ستمگر واہ واہ　　تو نے ظالم کیا ستم مجھ پر کیا
زیست میں مانع رہا دیدار سے　　بعد مرنے کے ملایا یار سے
دیکھ لیتی یہ بھی میری بیکلی　　تو بر آتی سب تمنائے دلی
اس کو بھی شاید تھا کچھ تیرا قلق　　ہو گئی جو دم کے دم میں جاں بحق

کھا گئی اس کو غمِ پنہانِ عشق ، آتشِ الفت تپِ سوزانِ عشق
قتل ظالم تو نے دونوں کو کیا اس پریرو کو جدا مجھ سے کیا
جان اس کی تو ہوئی تن سے جدا زندگی میں ہیں ہوں مردے سے بتر
یہ تو مر کر ہجر کے غم سے چھٹی تلملاہٹ مجھ کو ہے اب تک رہی
وحشیوں کی طرح اپنا ماجرا کہہ رہا تھا اس پریرو سے گدا

اس عاشق صادق کی گریہ وزاری اور اس کا درد و رنج دیکھ کر خداوند عالم کے دریائے رحم میں ایک جوش پیدا ہوا اور مُسَبِّبُ الاسباب نے کیا عجیب سامان پیدا کیا یعنے حضرت ادہم کے حجرہ سے کچھ فاصلے پر ایک قافلہ آکر ٹھیرا تھا اس کو اس وقت آگ کی ضرورت ہوئی اسلئے اوس قافلہ میں سے ایک شخص آگ کی روشنی دیکھ کر آگ لینے کے لئے ادہم کے حجرے کی طرف آیا لیکن ادہم کسی کے آنے کی آہٹ پاکر فوراً اپنے حجرے کے ایک گوشے میں جا چھپے اس خیال سے کہ شاید شاہی پہرہ دار ہوں پر یہ راز کھل گیا لیکن قافلہ کا وہ شخص جب قریب کو آیا تو اس نے ایک مردہ کفن پوش دیوار سے لگا ہوا کھڑا دیکھا اور نہایت پریشان ہوکر قافلہ کی طرف بھاگا ہوا گیا وہاں یہ سب قصہ بیان کیا جس سے اہل قافلہ بہت متعجب ہوئے اُس قافلہ میں ایک حاذق طبیب بھی موجود تھا سردار قافلہ حکیم صاحب کو ہمراہ لے کر اُس موقعہ پر آیا اُس کے آنے کی آہٹ پاکر حضرت ادہم پھر اپنے حجرے میں جا چھپے اور طبیب قافلہ نے اُس مردہ لڑکی کی نبض دیکھی اور بعض علامات و آثار سے اُس نے لڑکی کو سکتہ پایا اور فوراً جیب سے نشتر نکال کر فصد کھولدی جس سے کسی قدر خون جاری ہوا اور آثار حیات نمایاں ہوگئے تھوڑی دیر کے بعد لڑکی ہوش میں آگئی اور اُس نے اپنے آپ کو بجائے شاہی محل کے ایک صحرائی حجرے میں پایا اور بجائے اطلس و کمخواب کے نفیس لباسوں کے کفن میں لپٹا ہوا اور بجائے اپنے مادر و پدر عزیز و اقارب و خادم و کنیزگان کے اشخاص نامحرم کا ہمنشین پایا شہزادی اس حیرت ناک واقعہ سے متاثر ہوکر پوچھنے لگی :- ہ

شرم سے اپنے کیا سر کو فرو ؛ پوچھا ان سے تم بتاؤ کون ہو ؛ میں کہاں ہوں اور یہ ہے کس کا مکاں ؛ گھر سے مجھکو کون لایا ہے یہاں ہے کہاں وہ تاج و تختِ زرنگار ؛ جام لعل و کوزہ ہائے آبدار ؛ فاخرہ زربفت پوشش اپنا کہاں ؛ مخمل و دیبا کا فرش اُس کا کہاں خان و ماں سے مجھکو یوں کرکے جدا ؛ کون اس صحرا میں لایا ہے بتا ؛ کس لئے مجھکو پہنایا ہے کفن ؛ کیوں ہے یہ عریاں میرا تن بدن خاک میں کیوں مجھکو ڈالا ہے یہاں ؛ ماجرا کیا ہے کرو مجھ سے بیان ؛

سردار قافلہ نے جواب دیا کہ اے لڑکی ہم کو تیرے کسی حال کی خبر نہیں ہمارے قافلہ کا ایک آدمی یہاں آگ لینے کو آیا تھا اس نے واپس جاکر بیان کیا کہ ایک مردہ لڑکی کفن پوش دیوار سے لگی کھڑی ہے اس کے سامنے آگ روشن ہے اس عجیب و غریب معاملہ کو دیکھنا تھا تم کو مرض سکتہ میں مبتلا پاکر علاج کیا گیا جس سے تم کو اللہ تعالےٰ نے صحت بخشی حضرت ادہم نے جب غور کیا کہ یہ گفتگو تو شہزادی سے ہو رہی ہے فوراً بیتاب ہوکر باہر آئے اور شہزادی کو صحیح و سالم دیکھ کر کچھ دیر تک محو حیرت رہ گئے لیکن سردار قافلہ و حکیم دانا نے خیال کیا کہ ضرور یہی شخص اس گھر کا مکین ہے یہ عقدہ اسی سے حل ہوگا چنانچہ حضرت ادہم سے دریافت کیا تو انہوں نے اول سے آخر تک تمام داستان کہہ سنائی اس پر سردار قافلہ نے شہزادی کو نصیحت کی اور کہا کہ تمہاری خاطر اس نوجوان نے

کیا کیا مصیبتیں اُٹھائیں اور اپنی جان عزیز کو خطرے میں ڈال کر تمہاری لاش کو قبر سے نکال لایا جو دوبارہ تمہاری زندگی کا باعث ہوا ہے میں سفارش کرتا ہوں کہ تم اس کے احسانوں کا بدلہ احسان کے ساتھ کرو اور مجھ کو اجازت دو کہ تمہارا نکاح شرعی طور پر اس نوجوان سے کر دوں اور واقعات موجودہ کے لحاظ سے تم کو یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ منظورِ خدا یہی ہے کہ تم اس نوجوان کو اپنی شوہری میں اور یہ نوجوان تم کو اپنی زوجیت میں قبول و منظور کریں دنیاوی تمام معاملات اس وقت تمہارے پیش نظر میں تم نے سمجھ لیا ہوگا کہ حیلے کے جملہ عیش و عشرت و آرام و خوشی کا انجام اسی قدر ہے کہ ایکدن قبر کی اندھیری تنگ کوٹھری میں ڈال کر تمام عزیز و اقارب چلے جاتے ہیں اب تم اپنی بقیہ زندگی کو صبر کے ساتھ یادِ خدا میں صرف کرو دیکھو اس میں دنیاوی عیش و عشرت سے بہت زیادہ لطف حاصل ہوں گے اور وہ بمقابلہ دنیاوی عیش کے پائیدار و مستقل ہوں گے شہزادی نے اپنے ناصحِ مشفق کی نصیحت سے متاثر ہو کر اس نوجوان کو اپنی شوہری کے لئے قبول کیا چنانچہ شرعی طور پر نکاح کر دیا گیا اور شہزادی شاہی محلات و مخمل و دیبا کے بیش قیمت لباسوں کا خیال ترک کر کے اپنے شوہر کے ساتھ یادِ خدا میں مصروف رہنے لگی کچھ مدت کے بعد ایک گوہر غلطان نے اس سلطان العارفین سید ناصر ادھم کی پشت سے حرکت کر کے سلطانہ عازمات کے شکم میں آکر قرار پکڑا اور ایام کی منازل طے کرتا ہوا وہ گوہر غلطان دنیا میں آگیا یعنے اپنے مادر و پدر کا خلف الرشید اور اپنے جد مادری اسد بن سامان کے تخت و تاج کا وارث سلطنت سلسلہ چشتیہ کا بادشاہ طریقہ طریقت و شریعت کا ہادی الفقر و فخری کا مصداقِ کامل یعنے ابراہیم بن ادھم پیدا ہوئے جب ان کی عمر قریب سات آٹھ سال کے ہوئی تو ان کے والد بزرگوار کو ان کی تعلیم کی فکر ہوئی چنانچہ شہر بلخ کی ایک مکتب میں ان کو اوستاد کی سپرد کیا اور روزانہ صبح کو سید ناصر ادہم اپنے فرزند ابراہیم کے ہمراہ جا کر مکتب میں پہونچاتے اور شام کو خود جا کر ان کو اپنے ہمراہ لے آتے تھے اکثر اوقات امیر بلخ مدرسوں اور مکتبوں کا خود معائنہ کیا کرتا تھا اور طلبا کا سبق سنتا جسکو اچھا یاد ہوتا اس کو انعام دیا کرتا تھا کہ طلباء کا شوقِ تعلیم روز افزوں رہے ایک روز حسب معمول سلطان بلخ اس مکتب میں بھی تشریف لائے جس میں ابراہیم تعلیم پاتے تھے اور طلبا کا سبق سن کر ان کو انعام اکرام دیتے رہے جب ابراہیم کی نوبت آئی اور یہ شاہ کے سامنے اپنا سبق سنانے کھڑے ہوئے تو شاہ نے اس لڑکے کو بغور دیکھا اور قبل اس کے کہ لڑکا کچھ پڑھ کر سنائے شاہ نے اس کے چہرے کی تحریرات کو پڑھنا شروع کیا اس کا خط و خال ڈیل ڈول لب و لہجہ بالکل اپنی دختر مرحومہ کے مشابہ پایا اس کے چہرے کی ان تحریرات کا مطالعہ کرنے سے سلطان بلخ کی طبیعت بیقرار ہو گئی بمشکل تمام طبیعت کو سنبھالا اور لڑکے کو سبق سنانے کی اجازت دی ابراہیم نے جو اس وقت کلام الٰہی پڑھتے تھے چند آیات قرآن مجید کی پڑھ کر سنائیں جس سے اس کی متانت و شائستگی اور بھی دل میں اثر کر گئی آخر کار ابراہیم سے شاہ نے دریافت کیا کہ تمہارے والد بزرگوار کون ہیں اور تمہاری والدہ ماجدہ کا کیا نام ہے کس محلہ میں سکونت پذیر ہو ابراہیم نے اپنے والدین بزرگوار کے نام بتلائے اور محل سکونت ایک صحرا میں بتلایا شاہ کو یہ سنکر سخت بیقراری پیدا ہوئی اسلئے کہ لڑکے نے مادر کا نام بھی وہی بتلایا جو شاہ کی دختر کا نام تھا اور باپ کا نام ادہم بتایا جس سے شاہ بلخ خوب واقف تھا اب اس کو کامل یقین ہو گیا کہ ضرور اس میں کوئی

راز سربستہ ہے الغرض شاہ نے معلم مکتب سے کہا کہ اس لڑکے کو ہم اپنے ساتھ لئے جاتے ہیں جب اس کا باپ آئے تو اس کو تسلی دینا اور کہہ دینا کہ وہ ہمارے پاس آجائے یہ کہکر شاہ بلخ اس لڑکے کو اپنے ہمراہ لائے اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے محل میں اپنی ملکہ کے پاس لے گئے اور کہا کہ دیکھو اور شناخت کرو کہ یہ لڑکا کس کا ہے اہلیہ شاہ نے جب اس کو بغور دیکھا تو دریائے محبت میں ایسا تلاطم آیا کہ غش میں آکر گر پڑی کچھ عرصہ کے بعد جب ہوش ہوا تو اس لڑکے سے کہنے لگی کہ

اے مرے لخت جگر کے ہم شبیہ — اے مرے نور بصر کے ہم شبیہ
اے مرے رشک قمر کے ہم صفت — اے مرے گلبرگ تر کے ہم صفت
اے مرے اس گلبدن کے ہم عنان — اے مرے شیریں دہن کے ہم نشان
اے مرے نادیدہ دنیا کی مثال — اے مرے فرزند زیبا کی مثال
دیتا ہے ہر جزو تیرا ہی گماں — یوسف گم گشتہ کا میرے نشاں
کون ہیں بتلا ترے مادر پدر — نام سے ان کے مجھے آگاہ کر
شاہ کی دختر کا جو کچھ نام تھا — وہ ہی ابراہیم نے ماں کا لیا
اور بتایا نام ادہم باپ کا — دشت میں اپنے رکھی رہنے کی جا

الغرض شاہ کو اور ان کی اہلیہ کو اپنی دختر کا نام سنکر سخت حیرت تھی دختر کا مر جانا اور اس کو قبر میں دفن کر دینا اور سات آٹھ سال تک پھر اس کی نسبت کوئی جدید بات معلوم نہ ہونی یہ ایسے واقعات ہیں جو ملکہ و بادشاہ دونوں کی پریشان و مضطرب طبیعتوں میں ہزاروں قسم کے شبہات و لاکھوں طرح کے خیالات پیدا کرتے ہیں مگر قوت مقناطیسی کا وہ اثر جو ہمجنس کو ہمجنس سے شناخت کراتا ہے اور نسبتی قوت کا وہ قدرتی میلان جو جزو کو کل کے ساتھ اور کل کو جزو کے ساتھ ہوتا ہے ان تمام شکوک و شبہات کی تردید کر رہا ہے۔ شاہ بلخ اسی شش و پنج میں تھے کہ ناگاہ خیال آیا کہ اس عقدہ لاینحل کا اگر کچھ انکشاف ہو سکتا ہے تو وہ ضرور ادہم سے ہی ہو سکتا ہے یہ خیال کر کے شاہ بلخ نے دربانوں کو حکم دیا کہ ادہم اگر اپنے لڑکے کی تلاش میں آئے تو اس کو کوئی روکے نہیں بلکہ اعزاز و احترام کے ساتھ ہمارے پاس لائیں چنانچہ ادہم حسب معمول شام کو مکتب میں آئے اور ابراہیم کو اپنی جگہ پر نہ پاکر سخت بے چین اور پریشان ہو کر معلم سے دریافت کیا کہ میرا نور نظر کہاں ہے معلم نے اس کو تسکین دی اور کہا کہ شاہ بلخ مہربانی کے ساتھ اس کو لے گئے ہیں اور فرما گئے ہیں کہ اس کے باپ کو ہمارے پاس

بھیجدینا ادہم یہ سُنتے ہی فوراً محلِ شاہی کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہونچکر بخلاف سابق اعزاز و اکرام کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ خدمتِ شاہ میں پہونچائے گئے شاہِ بلخ نے ادہم کو بکمال مہربانی اپنے پاس بٹھایا اور اُس سے دریافت کیا کہ :-

سچ بتا نا تجھکو سوگند خدا ! نام ہے اس طفل کی مادر کا کیا

ہے وہ کس کی دُختر عالی گہُر راست کہدے کون ہے اُس کا پدر

سُن کے ادہم نے کہا اے بادشاہ ہے وہ دختر آپ کی بے اشتباہ

مادر اُس کی ہے وہی رشکِ قمر جسپہ میں عاشق ہوا تھا دیکھکر

شاہ نے سُنکر تعجب سے کہا مرگئی مدت ہوئی وہ دل رُبا

دفن اُسکو قبر میں ہم نے کیا مرکے بھی جیتا ہے کوئی اے فتا

جب کہا ادہم نے اے عالم پناہ مبتلا سکتے میں تھی وہ رشکِ ماہ

القصہ ادہم نے اول سے آخر تک تمام قصہ بیان کیا جوشِ عشق میں اس کی قبر پر جانا اور قبر کو کھول کر لاش کو نکال لانا اپنے حجرے کی ایک دیوار سے لگا کر کھڑا کر دینا ادہر اُدہر سے خشک لکڑیاں چن کر آگ سے روشنی کرنا پھر اُس کے سامنے بیٹھ کر اپنی مصیبت اور ناکامی کا حال بیان کرنا اُس بیابان میں ایک قافلہ کا آکر اُترنا اور اہل قافلہ میں سے ایک شخص کا آگ کے لئے آنا اُس شخص کو شاہی پہرہ دار خیال کر کے اپنا چھپ جانا اُس شخص کا لاش کفن پوش کو دیکھ کر قافلہ میں بھاگ جانا اور اہل قافلہ سے تذکرہ کرنا پھر قافلہ کے سردار کا معہ ایک طبیب حاذق کے آنا اور پھر اُسی خوف سے اپنا چھپ جانا طبیب حاذق کی رائے سے لڑکی کے فصد کھولنا لڑکی کا صحت پانا سردار قافلہ سے لڑکی کی گفتگو ہوتے سُنکر اپنا ظاہر کر دینا اور بفہمایش سردار قافلہ کے شہزادی کا اپنے ساتھ نکاح ہونا ایک مدت تک دونوں کا یادِ الٰہی میں مصروف رہنا ابراہیم کا پیدا ہونا اُس کی تعلیم و تربیت کے لئے اس مکتب میں سپرد کرنا اور روز مرہ اس کو لانا اور لے جانا یہ تمام حالات سُن کر شاہ بلخ اور اُس کی اہلیہ کو بے حد خوشی ہوئی چاروں طرف سے خوشی و مسرّت کے نعرے بلند ہوئے اور ہر طرف سے مبارک باد کی آوازآنے لگی شاہ نے معہ اپنی اہلیہ کے ادہم کے غریب خانہ پر اپنی نورِ نظر بیٹی کے پاس جانے کا ارادہ کیا لیکن جانے سے پہلے بمزید احتیاط شاہ نے ایک اور تدبیر کی یعنے اس لڑکی کی وہ سہیلیاں جو ہر وقت اُس کے پاس رہتی تھیں اور راز و نیاز کی باتیں کیا کرتی تھیں اور وہ دائیاں جن کے ہاتھوں میں اُس نے

پرورش پائی تھی حسب الحکم حاضر کی گئیں شاہ نے اُن کو حکم دیا کہ تم وہاں جا کر اُس لڑکی سے باتیں کرو اور ایسے واقعات کی نسبت بھی اُس سے کچھ دریافت کرو جو محلات شاہی میں رہنے کی حالت میں اُس کو معلوم تھے اس طرح سے جب تم پختہ طور سے یقین کر لو کہ یہ میری وہی نورِ نظر ہے جس کی مفارقت مجھ کو اب تک بیقرار کئے ہوئے ہے تو فوراً مجھکو اطلاع دو چنانچہ اس امتحانی ملاقات کے بعد مبارک باد کے ساتھ بادشاہ کو فوراً اطلاع کی گئی اور بادشاہ معہ اپنی اہلیہ کے اپنی نورِ نظر کے مکان پر جو اہل دنیا کی نگاہوں میں غریب خانہ تھا پہونچے تو دیکھا کہ ایک صحرا میں ایک خام حجرا ہے جس کے پیش میں خس وخاشاک کا ایک سائبان ہے اور یہ حجرہ ایک ایسے بیابان میں واقع ہے جس کے چاروں طرف بن کے درختوں کے سوا کے اور کچھ نہیں ہے ایسے صحرائی مسکنوں میں دنیادار آدمی جو خدا پر کامل بھروسہ نہیں رکھتے ذرا دیر بھی نہیں ٹھیر سکتے اس حجرہ کے ایک گوشہ میں کسیقدر گھاس پھوس بچھا ہوا ہے اس پر وہ مریم صفت پارسا لڑکی شاہ بلخ کی وہ نورِ نظر ملکہ شاہ کی وہ لختِ جگر سید ناصر ادہم کی زوجہ سلطان التارکین قدوۃ العارفین ولیعہدِ شاہ بلخ ابراہیم کی والدہ ایک بوسیدہ لباس پہنے ہوئے اُس پر ایک کہنہ چادر زیب دوش کئے ہوئے جس کے پیوندوں کی تعداد شمار سے باہر ہے ادائے نماز میں مصروف ہے شاہ و ملکہ نے اپنی لختِ جگر کو ایسی عسرت و تنگدستی کی حالت میں دیکھا تو طبیعت میں بے حد رقت پیدا ہو گئی ہر چند ضبط کیا مگر دل قابو میں نہ آیا بے اختیار سب رونے لگے جب وہ نماز سے فارغ ہوئی اور اس کی دایہ نے عرض کیا کہ آپ کی والدہ اور والد آپ سے ملنے کو تشریف لائے ہیں اُسی وقت اُٹھی اور بیقرار ہو کر دونوں کے پاؤں پر گر پڑی۔ والدین نے اُٹھا کر یکے بعد دیگرے چھاتی سے لگایا۔ الغرض شاہزادی کو ملکہ نے اور ادہم کو شاہ نے اپنی اپنی سواریوں میں بٹھایا۔ اور محل شاہی میں لے آئے چند روز کے بعد محل شاہی میں رہنے کیوجہ سے ادہم کے معمولی مشاغل یادِ الٰہی میں خلل واقعہ ہونے لگا اسلئے ادہم نے اپنے حجرہ میں جانے کی شاہ سے اجازت طلب کی چنانچہ ادہم سے گاہ گاہ شاہی محل میں آنے کا وعدہ لیکر مجبوراً شاہ نے اجازت دی اور حضرت ابراہیم اپنے جد مادری شاہ بلخ کے سایۂ عاطفت میں تعلیم و تربیت پاتے رہے چونکہ اس وقت شاہ کی دوسری اولاد نہ تھی اسلئے تمام ارکین سلطنت میں ابراہیم کی ولیعہدی کا اعلان کر دیا گیا اور جب وہ سنِ شعور کو پہونچے تو امیر بلخ نے عنان امارت ابراہیم کی سپرد کر دی اور خود عزلت اختیار کی لیکن شاہ بلخ کے چار بیٹوں کا ہونا بھی کتب تواریخ سے ثابت ہے جو ممکن ہے کہ بعد اس واقعہ کے پیدا ہوئے ہوں اور قیاس بھی مقتضی اسی امر کا ہے کیونکہ امارت بلخ تو ابراہیم کے سپرد ہو چکی تھی اس لئے امیر بلخ اپنے چاروں بیٹوں کو خلیفہ مامون عباسی کی خدمت میں لے گیا اور سفارش کر کے چاروں بیٹوں کو علیحدہ علیحدہ صوبوں کی گورنری پر ممتاز کرایا۔

ابراہیم ابن ادہم کا ترک امارت کر کے درویشی اختیار کرنا

ابراہیم بن ناصر معروف بہ ادہم بن ابو ناصر ہاشم ابن عبد اللہ دقاق بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سادات حسینی و حسنی میں سے ہیں اور بموجب نسب نامہ میراں عبد الاحد حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ کی والدہ مسماۃ عابدہ بنت اسد امیر بلخ بن سامان ہیں اور اسد مذکور بموجب کتاب الانساب للسمعانی کے ابن سامان بن جبار بن نیار بن توشوک بن طمطان بن بہرام چوبین سامانی ہے اور بموجب کتاب شجرات فرمانروایان اسلام سامان مذکور ایک ایرانی سردار تھا جس نے اسد بن عبد اللہ گورنر خراسان کی تلقین و ہدایت سے زردشتی مذہب کو چھوڑ کر اسلام اختیار کیا اور بعد مسلمان ہونے کے سامان مذکور کے بیٹا پیدا ہوا تو اس نے اپنے محسن و مربی کے نام پر اپنے بیٹے کا نام بھی اسد رکھا اسد مذکور کے چاروں بیٹوں نے خلیفہ مامون عباسی کی خدمت میں ایسی نمایاں کی تھی کہ صوبہ جات کی گورنری پر ترقی پائی اور یہ بھی لکھا ہے کہ اسد مذکور خلیفہ مامون عباسی کی ملازمت میں اپنے چاروں بیٹوں کو لے گیا اور خلیفہ سے سفارش کی چنانچہ بلحاظ خدمات سابقہ اسد مذکور کے خلیفہ نے اس کے چاروں بیٹوں کو مختلف صوبوں کی گورنری پر ممتاز کیا اس سے ظاہر ہے کہ اسد مذکور کا آخر زمانہ خلیفہ مامون کی سلطنت کے آغاز سے متصل تھا اور امارت بلخ کی باگ حضرت ابراہیم بن ادہم ناصر کے مقدس ہاتھ میں تھی چنانچہ چند پشت تک آپ کی نسل میں اس امارت کا سلسلہ قائم رہا الغرض حضرت ابراہیم ابن ادہم ایک مدت تک فرمانروائے بلخ رہے لیکن باوجود امارت و سلطنت کے بھی اکثر اوقات آپ کے عبادت و زہد میں صرف ہوتے تھے اور علماء و صلحائے زمانہ کی صحبت کو آپ مرغوب رکھتے تھے درویشان باصفا کی تلاش میں رہتے تھے امیری میں فقیری کرنا آپ ہی کا کام تھا باطن آپ کا ہر وقت طالب دیدار خداوندی رہتا تھا ایک روز شب کے وقت امیر ابراہیم اپنے محل کے اندر صحن میں سوتے تھے یکایک کچھ آواز کان میں پہونچی جس سے آپ بیدار ہو گئے خیال کیا تو ایسا معلوم ہوا کہ کوئی شخص دو منزلے مکان کی چھت پر پھرتا ہے یہ دیکھ کر امیر ابراہیم متعجب ہوئے کہ محلات شاہی کی چھتوں پر اس طرح کسی کا پھرنا عجیب بات ہے چنانچہ آپ نے بڑے تعجب کے ساتھ دریافت کیا کہ اے شخص تو کون ہے اور یہاں اس وقت کیوں پھرتا ہے اس نے جواب دیا کہ آپ اطمینان رکھیں میں سیم و زر کا طالب نہیں ہوں میرا ایک اونٹ گم ہو گیا ہے اسکو میں تلاش کرتا پھرتا ہوں یہ کلام سنکر امیر ابراہیم کو بے اختیار ہنسی آئی اور جواب میں فرمایا کہ اے شخص تو کس قدر

احمق و ناداں ہے کہ یہ نہیں جانتا کہ دو منزلے مکانوں کی چھتوں پر اونٹ کس طرح آسکتا ہے کیوں بیفائدہ کوشش
کرتا ہے تو اس تلاش میں کامیاب نہیں ہو سکتا اگر تو اپنے گم گشتہ اونٹ کی تلاش میں کامیاب ہونا چاہتا ہے
تو صحرانوردی کی زحمت گوارا کر ابراہیم کا یہ کلام سنکر اس شخص نے جواب دیا کہ اے ابراہیم تو مجھ سے زیادہ
احمق و نادان ہے کہ بادشاہت جو دنیا کا ظاہری و عارضی طمطراق ہے اور امارت جو اہل دنیا کو جال میں پھانسنے
کا ایک دانہ ہے اس پیچ و تاب میں رہ کر تو دیدار خداوندی کا طالب ہے خوب سمجھ لے کہ جب تک تو دنیا کے
پنجہ میں گرفتار ہے دیدار خداوندی سے فیضیاب نہیں ہو سکتا اگر تو اپنی مرادیں کامیابی چاہتا ہے تو اس
ناپائیدار دنیا کو چھوڑ تاکہ تجھ میں طالب دیدار ہونے کی قابلیت پیدا ہو یہ کہہ کر وہ شخص تو نظروں سے غائب
ہو گیا لیکن یہ کلام جو ایک مرد غیب کی زبان سے امیر ابراہیم نے سنا تھا کارگر اثر کر گیا۔ اس کے بعد سے امیر ابراہیم
فقیر ابراہیم ہو گئے تمام تعلقات دنیاوی ترک کر کے لباس درویشی زیب تن کیا اور بجائے محلات شاہی کے جنگل و
بیابان لق و دق میں اہل دنیا سے علیحدہ سکونت اختیار کی اور عبادت معبود میں مشغول ہوئے فخر العلماء مولوی
روم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی روایت پر اعتبار کیا ہے اور امارت و سلطنت کا انصرام بعد ترک
سلطنت امیر ابراہیم کے ان کے بیٹے اسحاق کے ہاتھ میں رہا حضرت ابراہیم کی کنیت ابو اسحاق ہے امیر اسحاق
کے علاوہ دو بیٹے آپ کے اور ہیں جیسا کہ اسی خاندان کے شجرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوگا ابو اسحاق ابراہیم
بن ادہم نے جب دنیا کو ترک کر کے الفقر فخری کا فخریہ لباس زیب تن کیا تو آپ کو منازل درویشی طے کرنے
کے لئے کسی رہبر کی تلاش ہوئی چنانچہ آپ نے حضرت فضیل بن عیاض خراسانی قدس سرہٗ کی صحبت بابرکت
سے انوار فیض حاصل کئے اور ایک مدت تک آپ نے اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر فیوض روحانی و طریق
ربانی کی تکمیل کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا اور بجائے امارت بلخ کے امارت خانوادہ چشتیہ حاصل کی آپ
کے پیر و مرشد قدس سرہٗ کی وفات ۱۸۷ ہجری میں بمقام مکہ معظمہ ہوئی اور بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت
ابراہیم ابن ادہم جب مکہ معظمہ کو گئے تھے وہیں حضرت فضیل بن عیاض قدس سرہٗ سے فیض صحبت حاصل کیا تھا
مگر یہ قول ضعیف ہے ابو اسحاق ابراہیم قدس سرہٗ سے ہزاروں بلکہ لاکھوں آدمیوں کو فیض روحانی
و برکات آسمانی حاصل ہوئے ہیں اسی وجہ سے آپ ہمیشہ بحالت سیاحی رہتے تھے جس سے نشر ہدایت کی
تکمیل مقصود تھی چنانچہ جو صاحب سلاسل چشتیہ کے حالات کا اکثر مطالعہ کرتے ہیں وہ اس امر کے شاہد صادق ہیں
حضرت حذیفہ مرعشی آپ کے مرید و خلیفہ ہیں جو درویشان عالی شان سے ہوئے بالآخر حضرت ابراہیم بن ادہم

قدس سرہٗ جب زیارت مکہ معظمہ کو تشریف لے گئے وہاں پچاس سال تک عبادت الٰہی میں مشغول رہے اس ہجرت کے وقت آپ کے اطفال باجمال میں سے ایک طفل شیر خوارہ تھا جب وہ بڑا ہوا اور بقول صاحب گلزار چند سال تک کار سلطنت انجام دینے کے بعد اسکو اپنے باپ سے ملنے کا شوق پیدا ہوا چونکہ حضرت ابراہیم اکثر بطور سیاحی سفر میں رہتے تھے اس لئے آپ کے بیٹے نے ایک دفعہ تذکرۃً اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ میرے والد آجکل کہاں ہیں اُن کی خدمت کرنے کو میرا دل چاہتا ہے والدہ نے جواب دیا کہ سنا جاتا ہے آجکل وہ مکہ معظمہ میں ہیں اُس لڑکے نے وہاں جانے کا مصمم قصد کیا اور تمام شہر میں منادی کرائی کہ جس شخص کو مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی زیارت کا شوق ہو وہ ہمارے ہمراہ چلے اُس کا زادِ راہ ہمارے ذمہ ہے چنانچہ چار ہزار آدمی آپ کے ہمراہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی زیارت سے فیضیاب ہوئے الغرض حضرت ابراہیم کا بیٹا جب مکہ معظمہ میں آپ سے ملا تو آپ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اُس سے دریافت کیا کہ کس دین پر ہو اُس نے کہا کہ دین محمدی پر آپ نے فرمایا الحمد للہ اسیطرح آپ اپنے بیٹے سے گفتگو کر رہے تھے اور شفقت پدری جوش پر تھی غیب سے آواز آئی کہ ہماری دوستی کا دعویٰ کرتے ہو اور فرزند کی محبت میں مصروف رہتے ہو آپ نے دعا کی کہ الٰہی میرے و تیرے درمیان جو حجاب ہے اُس کو اٹھالے چنانچہ اُسی وقت لڑکے کا انتقال ہو گیا اس کے بعد آپ بطور سیاحی بمقام سوقین جو ملک روم میں ہے تشریف لے گئے وہاں ۲۶۶؁ھ ہجری میں بعمر ایک سو دس سال کے آپ کا وصال ہو گیا اُسی جگہ آپ کا مزار شریف ہے اور کتاب تہذیب سے منقول ہے کہ سن وفات آپ کے دو سو اکسٹھ ہجری ہیں اور مدفن آپ کا مقام سوقین بلادِ روم سے ہے کنارہ سمندر پر اور کتاب خلاصۃ التہذیب کے حاشیہ پر کتاب تہذیب سے ابراہیم بن حسن بن ہشیم جیمی کے حالات میں منقول ہے کہ ابو اسحاق ابراہیم بن ادہم سوقینی نے بیان کیا کہ ابراہیم بن حسن کی وفات سن دو سو انتیس ہجری میں ہوئی ہے اس روایت کے بیان کرنے سے ابراہیم بن ادہم کی سنین وفات دو سو اکسٹھ یا چھیاسٹھ کی تصدیق کامل ہو گئی۔

ابراہیم بن اَدہم کا زُہد و اِتقاء

آپ عبادت الٰہی زہد و اتقا میں اپنے معاصر سے سبقت لے گئے تھے امارت بلخ کو ترک کر کے فقیری اختیار کرنا آپ کے اُن اوصاف حمیدہ کی کافی شہادت ہے کہ چنانچہ کتاب شجرۃ الانوار سے منقول ہے کہ ایک روز

حضرت ابراہیم بن ادھم بحالت سفر ایک شہر میں پہونچے وہاں رات ہوگئی نماز عشاء اُسی مسجد میں ادا کی لیکن چونکہ موسم سردی زیادہ تھی خیال کیا کہ اسی مسجد میں یہہ شب بسر کی جاوے نماز سے فارغ ہوکر تمام نمازی چلے گئے مگر آپ وہیں بیٹھے رہے تھوڑی دیر کے بعد مسجد کے خادم نے آپ سے کہا کہ تم بھی جاؤ میں مسجد کے کواڑ بند کرتا ہوں آپ نے اپنی مسافرت اور وقت شب و موسم سردی کی وجہ سے باہر جانے سے عذر کیا لیکن خادم مسجد نے ایک نہ سنی آخر کار آپ کو کھینچکر مسجد سے باہر حمام کے قریب ڈالدیا اور مسجد کے کواڑ بند کرلئے انہوں نے دیکھا کہ اُس حمام کے قریب ایک شخص سر پر لکڑیوں کا بوجھ لئے کھڑا ہے۔ آپ نے بطریق مسنون اُس کو سلام کیا اُس نے سلام کا جواب تو نہیں دیا مگر ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کی اجازت دی آپ وہیں حمام کے قریب بیٹھ گئے اور اُس شخص نے لکڑیاں سر پر سے اُتار کر حمام کو گرم کرنا شروع کیا۔ مگر وہ منتشر الحواس اور خوف زدہ حالت میں اِدھر اُدھر کو دیکھتا تھا اُس کی اس حالت کو آپ تعجب کی نگاہ سے دیکھتے آخر کار جب وہ حمام کو گرم کرچکا تو اُس نے آپ کے سلام کا جواب دیا آپ نے دریافت کیا کہ اے شخص اس قدر تاخیر کے بعد سلام کا جواب دینے کی کیا وجہ ہے اُس نے کہا کہ میرے ذمہ جو خدمت ہے اُس کو انجام دے رہا تھا جب اُس سے فارغ ہوا تو آپ کے سلام کا جواب دیا اس لئے کہ تم نے سلام مجھکو کیا تھا اُس کا جواب دینا مجھ پر لازم تھا اور وہ میرا ذاتی کام تھا اور میں چونکہ اس وقت دوسرے کی خدمت انجام دے رہا تھا لہذا اپنا ذاتی کام نہیں کرسکتا تھا پھر آپ نے دریافت کیا کہ پریشان ہوکر ادھر اُدھر دیکھنے کی کیا وجہ تھی اُس نے کہا کہ میں موت کو دیکھتا تھا کہ کدہر سے آتی ہے پھر آپ نے دریافت کیا کہ روزانہ کس قدر مزدوری تو کرتا ہے اور اس کا کیا کرتا ہے اُس نے کہا کہ میں ایک درہم روزانہ مزدوری کرتا ہوں اُس میں سے کچھ اپنی قوتِ لایموت میں صرف کرتا ہوں اور باقی اپنے اہل و عیال کو دیتا ہوں پھر آپ نے دریافت کیا کہ تو نے کبھی بارگاہ ایزدی میں کوئی خواہش کی تھی اُس نے کہا کہ بیس سال کا عرصہ ہوا کہ میں نے خدا سے ایک دعا مانگی تھی اب تک اسکو قبولیت کا درجہ حاصل نہیں ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ کیا دعا کی تھی اُس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک شخص ابراہیم بن ادہم عبادت و زہد میں بے مثل ہے اور اُس نے امارت بلخ چھوڑ کر فقیری اختیار کی ہے مجھکو اُس بے مثل زاہد سے ملنے کا اشتیاق بے حد ہے اس لئے میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ جب تک میں ابراہیم بن ادہم کا مرید نہ ہو جاؤں اُس وقت تک مجھ کو موت نہ آوے آپ نے بکمال مہربانی فرمایا کہ اے شخص تجھکو مژدہ ہو کہ آج تیری دعا قبول ہوئی اور وہ ابراہیم بن ادہم میں ہی ہوں اور خدا نے مجھکو مسجد سے کھینچکر تیرے پاس ڈالا ہے یہہ سنکر وہ شخص اُٹھا اور ہاتھ پیر بتعظیم

بوسہ دیا اور مرید ہوا اور اپنی دعا کے قبول ہونے کا شکریہ بارگاہ ایزدی میں ادا کیا اور دعا کی کہ یا الٰہ العالمین تو نے کمال مہربانی سے میری دعا قبول فرمائی میری حاجت اب پوری ہو گئی اب میری روح قبض کر لے چنانچہ اُسیوقت جان بحق تسلیم کی:-

صاحب شجرۃ الانوار لکھتا ہے کہ ایک روز حضرت ابراہیم بن ادہم بحالت سفر ایک شہر کے قریب پہونچے راستہ میں ایک راہگیر نے آپ سے دریافت کیا کہ آبادی یہاں سے کس طرف ہے آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہہ سامنے ہے اُس شخص نے غصہ میں آکر آپ کے سر پر ایک لکڑی ماردی جس سے سر مبارک پرخون بہنے لگا دیگر اشخاص نے یہہ واقعہ دیکھکر شور مچایا اور کہا کہ اے نادان شخص جسکو تو نے مارا ہے یہہ تو ابراہیم بن ادہم ہیں راہگیر یہ سُنکر نہایت پشیمان ہوا اور آپ سے معافی چاہی آپ نے فرمایا کہ اے شخص تو پریشان خاطر نہ ہو میں نے اس کے عوض میں تیرے لئے دعا کی ہے تیرے لکڑی مارنے سے مجکو درجات بہشت میں ترقی ملی تو میں نے تیرے لئے بھی خدا سے بہشت طلب کی ہے۔

ایک روز حضرت ابراہیم بن ادہم کسی طرف کو جا رہے تھے۔ راستہ میں کچھ آدمی دیکھے جو کسی متوفی کی غمخواری میں مصروف تھے اور میت کو ثواب رسانی کی فکر میں تھے آپ نے اُن لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ متوفی پر جو کچھ گذرنا تھا وہ گذر چکا اب تم لوگ اپنی فکر کرو تم کو چند معاملات پیش آنے والے ہیں اول ملک الموت سے ملاقات دوسرے تلخی سکرات موت اور خصوصًا خوف خاتمہ۔

کتاب شجرۃ الانوار میں منقول ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم کہیں کو جاتے تھے کہ راستے میں ایک شخص شراب کے نشے میں بیہوش پڑا دیکھا اُس کے مُنہ سے جھاگ نکل رہے تھے جن سے شراب کی بدبو آتی تھی یہہ واقعہ دیکھکر آپ کو سخت افسوس ہوا اور خیال کیا کہ شاید اس منہ سے کبھی خدا کا نام نکلا ہو اس خیال سے آپ نے اپنے ہاتھوں سے اُس شرابی کے منہ کو ناپاک اور گندی رطوبت سے صاف کیا اور چلے گئے جب وہ شرابی ہوش میں آیا تو لوگوں نے یہ واقعہ اُس سے بیان کیا وہ نہایت شرمندہ و پشیمان ہوا اور شراب نوشی سے توبہ کی اُسی شب کو حضرت ابراہیم بن ادہم نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے ابراہیم تو نے میرے نام کی خاطر اُس شرابی کے منہ کو ناپاکی سے صاف کیا۔ اور میں نے تیری خاطر اس شرابی کے دل کو ناپاکی سے صاف کر دیا۔

ابراہیم بن ادہم کے حالات میں مشابہت اسمی کیوجہ سے اختلاف

ابراہیم ابن ادہم کے حالات کی ذیل میں یہ امر قابل اظہار ہے کہ اس نام کے چند اشخاص ہوئے ہیں لہذا وحدت اسمی کیوجہ سے اُن کے اوصاف وخاص حالات کچھ ایسے خلط ملط ہو گئے ہیں کہ اُن میں سے ایک دوسرے کی امتیاز کرنا عام نگاہوں کے لئے بہت مشکل ہوگیا ہے یہاں تک کہ متاخرین مورخین نے بھی اس مغالطہ سے بچنے کی کوشش نہیں کی اور بلا تحقیق ایک نے دوسرے کا اتباع کیا اگروہ التفات کرتے تو بہ نسبت زمانہ موجودہ کے اُن کے لئے آسان تھا کیونکہ غلطی جس قدر قریب ہوتی ہے اسیقدر اُس کا ازالہ بھی جلد ممکن ہوتا ہے۔ مگر تاہم جن عالی نظر مورخین و محدثین نے توجہ کی ہے اُنہوں نے ایک حد تک اس معاملہ کو صاف کردیا ہے اور فضول ولاطائل اعتراضوں کی گنجایش باقی نہیں رکھی مثلاً حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں اور علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب منتظم میں بعد تنقیح کامل کے ایک کو دوسرے سے ممتاز کردیا ہے ان حضرات محققین کی تحقیقات سے خوشہ چینی کرکے ہم کو فائدہ اُٹھانا چاہئے اور وحدت اسمی کیوجہ سے حالات کا مشتبہ ہوجانا ابراہیم بن ادہم کے لئے جدید امر نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب اشخاص ہمنام وہم صفات ہوتے ہیں تو کچھ مدت کے بعد کم توجہی سے تمام صفات ایک ہی شخص کے ساتھ منسوب ہوجاتی ہیں۔ جیسے حضرت موسےٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ موسےٰ دو شخص ایک ہی نام کے پیغمبر ہوئے ہیں اوّل موسےٰ علیہ السلام بن منشا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے پوتے تھے اور دوسرے موسیٰ علیہ السلام بن عمران جو قاہث کے پوتے تھے موسےٰ علیہ السلام جو خضر علیہ السلام کی طلب میں نکلے اور ان کے ہمراہ کشتی میں سوار ہوئے اسی واقعہ کو بعض لوگ موسےٰ بن منشا سے منسوب کرتے ہیں اور بعض موسےٰ بن عمران سے منسوب کرتے ہیں اور ابراہیم بن ادہم میں وحدت اسمی وحدت ابنی اور وحدت کنیت و وحدت صفت چار قسم کی وحدتیں جمع ہیں اسلئے آپ کے حالات میں اشتباہ واقع ہونا بعید از قیاس نہیں ہے اکثر مورخین نے ابراہیم بن ادہم کو شخص واحد خیال کیا اور وہ تمام صفات جو علیحدہ علیحدہ ہر ایک ابراہیم بن ادہم کے ساتھ

مخصوص تھیں اُن کو اختلاف روایات خیال کر کے بلا لحاظ تناقص کلامی کے ایک ہی شخص کے ساتھ منسوب کر دی گئیں اسیطرح بعض روایات جو کسی مصلحت کے اقتضائے سے کسی وقت خلاف واقعہ بیان میں آجاتی ہیں اور مشہور ہو نے کے بعد اُن کی صحت دُشوار ہو جاتی ہے۔ جیسے حضورؐ کے جد امجد عبد المطلب کا حال ہے کہ آپ کے چچا مطلب نے کسی مصلحت سے ان کو اپنا عبد ظاہر کیا تھا حالانکہ بعد کو ایک جلسہ عام میں مطلب نے اس کی تردید بھی کر دی کہ یہ لڑکا میرا عبد نہیں ہے بلکہ میرے چھوٹے بھائی ہاشم کا بیٹا ہے اور میرا بھتیجہ ہے مگر ایک دفعہ اُن کو اپنا عبد کہہ چکے تھے۔ لہذا عبد المطلب ہی رہے اور اب تک عبد المطلب کے ہی نام سے مشہور رہیں۔ اسی طرح حضرت ابراہیم کے والد ادہم نے امیر بلخ کے دربار میں اپنا سلسلہ نسب مصلحتاً فاروقی بیان کیا تھا لیکن یہہ قول آپ کا روایت میں آکر مشہور ہو گیا اور اب تک فاروقی مشہور رہے۔ اس جگہ متاخرین مورخین اور بعض محدثین کے وہ اقوال دکھلائے جاتے ہیں جن میں اُنہوں نے ہر ایک ابراہیم بن ادہم کے حالات کو خلط ملط کر کے صرف ایک ہی ابراہیم بن ادہم کے ساتھ منسوب کئے ہیں اور اُن حالات کے اختلاف کو اختلاف روایات خیال کیا ہے:۔

اختلاف حالات حیات ابراہیم بن ادہم

ملاحظہ ہوں حالات حیات اُن حضرات کے کتاب خلاصتہ التہذیب اور تہذیب التہذیب وغیرہ میں لکھا ہے کہ ابراہیم ابن ادہم بڑے زاہد اور اُن کے شاگرد شقیق بلخی ہیں اور تذکرۃ الاولیا و لطایف اشرفی میں لکھا ہے کہ ابراہیم بن ادہم نے حضرت امام محمدؐ باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا اور مفتاح التواریخ میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ امام صاحب ابراہیم بن ادہم کے اُستاد ہیں اور اسی کتاب میں ابراہیم ابن ادہم کے حالات میں لکھا ہے کہ سُفیان ثوری و فضیل بن عیاض و ابو یوسف رضی اللہ عنہم کے آپ مصاحب ہیں اور کتاب الانساب للسمعانی و اقتباس الانوار وغیرہ میں مذکور ہے کہ آپ ترک امارت بلخ کر کے یاد الٰہی میں مصروف ہوئے۔ اور تذکرہ اولیا و دیگر کتب میں مرقوم ہے کہ آپ ترک امارت بلخ کر کے مدت مدید تک مکہ معظمہ میں رہے اور خلیفہ معتصم عباسی کو جو ہجری سن دو سو اٹھارہ میں تخت سلطنت پر بیٹھا تھا۔ اُس کو آپ نے

نصیحت فرمائی اور اکثر کتب میں آپ کے ایک صاحبزادے کا آپ کی تلاش میں مکہ معظمہ جانا اور وہیں وفات پانا درج ہے جیسا کہ مراۃ الاسرار وغیرہ سے ظاہر ہے اور تمام ملفوظات اہل چشت مملو ہیں کہ حضرت ابراہیم بن ادہم حضرت فضیل بن عیاض قدس سرہ کے مرید و خلیفہ ہیں اور سلسلہ خانوادہ چشتیہ کا آپ سے ملتا ہے اور خلاصۃ التہذیب میں مذکور ہے کہ ابراہیم ابن ادہم سوقیتی نے بیان کیا کہ ابراہیم بن حسن بن ہیثم خثعمی کی وفات سن دوسو اُنیتس ہجری میں ہوئی ہے اور ذیل الوصات ابن خلکان و دیگر کتب تواریخ میں آپ کی سکونت اوّل بلخ میں پھر ملک شام میں لکھی ہے اور بعض مورخین نے آپ کی سکونت کوفہ میں لکھی ہے اسی واسطے بعض کتب میں ابراہیم بن ادہم کوفی درج ہیں۔ اور کتاب شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ جب ابراہیم بن ادہم مقام کوفہ میں ایک مدت تک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے تو امام صاحب نے آپ کو بزرگ ترجان کر آپ کے ضبط اوقات کی بہت تعریف کی اور اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ ایک مدت کے بعد حضرت ابراہیم بن ادہم جب کوفہ سے مکہ معظمہ کو گئے تو اثنائے راہ میں شیخ داؤد بلخی سے ملاقات ہوئی۔ اور اسی کتاب میں طبقات حامیہ سے منقول ہے کہ ابراہیم بن ادہم کو حضرت داؤد بلخی کی صحبت سے بہت فیض حاصل ہوا۔ پھر لکھا ہے کہ جب وہ مکہ معظمہ پہونچے تو حضرت فضیل بن عیاض قدس سرہ کے مرید ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا اور اسی کتاب میں دیگر کتب کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ ابراہیم بن ادہم نے خرقہ خلافت حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا۔ اور اسی کتاب میں بحوالہ کتاب چہل مجلس مؤلفہ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی جو پیران سلسلہ قادریہ فخریہ سے ہیں لکھا ہے کہ ثفیان ثوری حضرت ابراہیم بن ادہم کی ملاقات کو آئے اور انہوں نے ثفیان ثوری کی ضیافت کی اور شجرۃ الانوار میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک روز خلیفہ معتصم عباسی نے عندالملاقات حضرت ابراہیم بن ادہم سے دریافت کیا کہ آپ کس شغل میں رہتے ہیں آپ نے جواب دیا کہ دنیاداروں کو دنیا اور اہل عقبےٰ کو عقبےٰ دیتا رہتا ہوں اور اپنے لئے اس جہان میں ذکر خدا اور اُس جہان میں دیدار خدا کا طالب رہتا ہوں۔ اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم کے چھ خلیفہ تھے اوّل خواجہ حذیفہ مرعشی دوم خواجہ شقیق بلخی سوم ابراہیم بن سیبہ ہروی چہارم علی بن بکار البصری پنجم خلف ابن ایوب البلخی ششم یحیٰی آپ کا خادم اُنہیں سے حضرت حذیفہ مرعشی جن کا نام نامی خواجہ سدیدالدین ہے۔ اور موضع مرعش اطراف دمشق میں آپ کا وطن ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم کے یاران خاص و افضل خلفاء میں سے ہیں۔

چنانچہ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم نے اپنے تمام فضائل جو حضرت خضر علیہ السلام اور
امام محمدؑ باقر رضی اللہ عنہ اور فضیل بن عیاض قدس سرا رہم سے حاصل کئے تھے اُن میں سے حذیفہ
مرعشی کو مالا مال کر دیا تھا اور یہ بھی لکھا ہے کہ حذیفہ نے مدت دراز تک ابراہیم بن ادہم کی خدمت کی
اور سلسلہ خانوادہ چشتیہ کا آپ سے متصل ہوتا ہے کتاب سیر الاولیا میں مرقوم ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم بن ادہم سے بلفظ سیدنا خطاب کیا تو آپ کے احباب نے اعتراض کیا کہ یہ سیادت
و بزرگی کہاں سے آئی امام صاحب نے فرمایا کہ یہ ہمیشہ یاد الٰہی میں مصروف رہتے ہیں اور ہم لوگ دیگر امور
بھی انجام دیتے ہیں لہذا یہ اسی خطاب کے قابل ہیں اور کتاب جامع المناقب میں لکھا ہے کہ سفیان ثوری
نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی خواہش کی آپ نے بلالیا اور فرمایا کہ اے سفیان تم طلب
رزق کے لئے شاہی درباروں میں جاتے ہو یہ طریقہ ناپسند ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفیان ثوریؒ
امام محمدؑ باقر رضی اللہ عنہ اور اُن کے بیٹے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کے معاصر تھے یاد رہے کہ ان
میں سے امام محمدؑ باقر رضی اللہ عنہ کا زمانہ حیات سن ایک سو اڑتالیس ہجری میں ختم ہو چکا تھا اور اسی
کتاب کے دو سو ستائیس صفحہ پر امام موسےٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے حالات میں بقول حسام بن حاتم اصم
لکھا ہے کہ شقیق بلخی کہتے ہیں کہ میں سن ایک سو چھیالیس ہجری میں حج کو گیا تھا میں نے مقام قادسیہ میں
اور اس کے بعد چند دیگر مقامات میں امام موسیٰ کاظم کو دیکھا اور ان سے چند کرامتیں ظاہر ہوئیں اس بیان
سے شقیق بلخی کا زمانہ حیات ظاہر ہوتا ہے۔ تاریخ خد ولیہ میں لکھا ہے کہ ابراہیم بن ادہم کی وفات سنہ ۲۶۷ھ
میں ہوئی اور آپ بادشاہ بلخ تھے دفعتہً ترک سلطنت کرکے فقیر ہو گئے کمالات آپ کے بیش از بیان
ہیں اور آپ کا کنیتی نام ابو اسحاق ہے؏

اختلاف حالات وفات ابراہیم بن ادہم

اِس کے بعد ان حضرات کے حالات وفات بھی قابل غور ہیں جو مورخین نے لکھے ہیں کتاب تقریب التہذیب اور خلاصۃ التذہیب میں سن وفات ابراہیم بن ادہم ایک سو باسٹھ ہجری درج ہیں اور ذیل وفیات میں سن ایک سو اکسٹھ لکھے ہیں بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں اور کتاب روضۃ الاقطاب میں سن وفات حضرت ابراہیم بن ادہم کے ایک سو اکسٹھ مرقوم ہیں اور صاحب فخر الواصلین لکھتا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم کی وفات سن دو سو سر سٹھ ہجری میں ہوئی ہے اور مفتاح التواریخ میں دو سو چھیاسٹھ ہجری درج ہیں اور تاریخ جدولیہ میں........ یہی سن دو سو سرسٹھ ہجری درج ہیں شجرۃ الانوار میں سن وفات ایک سو باسٹھ اور بقولے ایک سو چھیاسٹھ ہیں تذکرۃ الاولیا مولفہ حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم بن ادہم کا مدفن بقول بعض بغداد میں اور بقول بعض ملک شام میں اور بقول بعض قبر لوط علیہ السلام کے نزدیک اور خلاصۃ التذہیب کے حاشیہ پر درج ہے. کہ قبر آپ کی سوقین میں ہے. جو بلاد روم سے ہے اور صاحب فخر الواصلین لکھتا ہے کہ قبر آپ کی ملک شام میں ہے. اور روضۃ الاقطاب میں مذکور ہے کہ قبر آپ کی بغداد میں ہے۔

اختلافات متعلق نسب ابراہیم بن ادہم

اب باقی رہا آپ کا نسب محدثین میں سے بعض کا قول ہے کہ ابراہیم بن ادہم عجلی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ آپ بنی تمیم سے ہیں اور مورخین میں بعض کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم عدوی یعنے فاروقی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ آپ ہاشمی فاطمی یعنے سید ہیں چنانچہ آپ کے سلسلہ نسب کی

بابت محدثین میں سے حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی انصاری اپنی کتاب خلاصۃ التذہیب
میں فرماتے ہیں کہ (خ ت) ابراہیم بن ادہم بن منصور بن یزید بن جابر عجلی یا تمیمی ابو اسحاق بلخی ثم الشامی
بڑے زاہدوں میں سے ہیں اور بعض دیگر محدثین نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے لیکن مورخین میں سے
خاندان ادہمیہ تھانہ بھون ضلع سہارنپور وغیرہ کے نسب ناموں میں ابراہیم بن ادہم بن سلیمان بن
ناصر بن عبداللہ بن حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسیطرح کتب حدیقۃ الاولیاء و سیر الاقطاب
میں درج ہے اور خاندان فریدیہ کے نسب ناموں میں بعض میں ابراہیم بن ادہم بن ناصر بن عبداللہ بن فاروق اعظم
رضی اللہ عنہ اور بعض میں ابراہیم بن ناصر بن عبداللہ بن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ اور کتاب ہدیہ احمدیہ
مؤلفہ مولانا شیخ احمد ابو الخیر مکی میں بھی اسیطرح درج ہے اور اسیطرح جواہر فریدی میں لکھا ہے و مکتوبات
امام ربانی مجدد الف ثانی کے دفتر اول میں جو سوانح عمری ہے اس میں بھی اسیطرح درج ہے اور اسی طرح
سلسلہ ذہبیہ میں لکھا ہے لیکن تاریخ فرشتہ میں ایک عجیب و غریب نسب نامہ لکھا ہے جو مذکورہ
نسب ناموں میں کسی سے بھی نہیں ملتا اور یہ نسب نامہ سلطان نصیر خاں فاروقی بن ملک راجہ کے
ذکر میں مرقوم ہے وہ لکھتا ہے کہ سلطان التارکین برہان العارفین ابراہیم شاہ بلخی بن ادہم شاہ بن
محمود شاہ بن احمد شاہ بن محمد شاہ بن اعظم شاہ بن اصغر بن محمد احمد بن محمد بن عبداللہ بن عمر فاروق
رضی اللہ عنہ اور کتاب تذکرہ صابریہ مؤلفہ محمد حافظ اللہ صاحب چشتی صابری میں اسی قسم کا ایک
اور جدید نسب نامہ مرقوم ہے جو کسی نسب نامہ سے نہیں ملتا چنانچہ مخدوم صاحب کلیری رحمۃ اللہ
علیہ کے مادری نسب نامہ میں لکھتا ہے شہاب الدین عرف فرخ شاہ بادشاہ کابل بن شیخ نصیر الدین
بن خواجہ محمود بن خواجہ عبداللہ سلیمان بن خواجہ مسعود بن خواجہ عبداللہ واعظ اصغر بن خواجہ عبداللہ
واعظ اکبر بن ابو الفتح شاہ بن ابو اسحاق شاہ بن سلطان ابراہیم بادشاہ بلخ بن ادہم بن منصور شاہ
بن برہان شاہ بن محمد بدیع الدین شاہ بن سلطان محمد منصور بن سلطان ابو المجاہد بن ابو القاسم
محمد اصغر بن ابو الحسن محمد عبدالرحمن بن محمد ناصر شاہ بن عبداللہ رائیف بن محمد باقر بن امیر المومنین
عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسیطرح ایک اور جدید نسب نامہ کتاب کنز الانساب میں درج ہے اور وہ
یہ ہے کہ فرید الدین شکر گنج بن جمال الدین سلیمان بن فرخ شاہ والی کابل بن محمد داؤد بن محمد خلیل
بن عبدالجلیل بن عبدالجبار بن عبداللہ صحرائی بن عمر عطا بن محمد ذکریا بن ابراہیم بن قاسم بن

عبداللہ بن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اسی کتاب میں حضرت آدمی صوفی و مولانا مظفر بلخی کے نسب کے ذیل میں لکھتا ہے کہ سلطان ابراہیم ادہم بہ نسب مادری ابنائے سلوک سے ہیں و بہ نسب جدی فاروقی النسب ہیں محرران و کاتبان کی غلطی سے آپ کا نسب جدی داخل سادات ہوا ہے اور سلسلہ نسب حضرت سلطان ابراہیم ادہم کا اس طرح ہے کہ سلطان ابراہیم ابن سلطان ابو الفتح ادہم ابن سلطان ابو ناصر ہاشم ابن عبداللہ اسلم ابن عبیداللہ ابن حضرت عاصم ابن امیر المومنین حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ گنجشکر قدس سرہٗ حضرت ابراہیم ادہم کی اولاد میں داخل نہیں ہیں۔

اور کتاب تنبیہات وصیت مولفہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی میں مذکور ہے کہ کتاب نفحات مکیہ میں لکھا ہے کہ ابراہیم بن ادہم حسینی زیدی ہیں اور اسکو یحییٰ منیری رحمتہ اللہ سے نقل کیا ہے اور موضع تھروپور ضلع الہ آباد جو الہ آباد سے آٹھ یا نو میل کے فاصلے پہ ہے وہاں کے خاندان فریدیہ کے نسب ناموں کا سلسلہ ابراہیم بن ادہم کے ذریعہ سے سادات حسینی سے ملتا ہے اور اسی نسب نامہ کی نسبت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنی کتاب تنبیہات میں درج فرمایا ہے۔ کہ وہ نسب نامہ کتاب فوائد المریدین مولفہ یحییٰ منیری رحمتہ اللہ علیہ و رسالہ فریدالدین شکر گنج قدس سرہٗ سے ماخوذ ہے اور میںنے[1] بچشم خود دیکھا اور مولوی صاحب موصوف نے اپنی کتاب تعلیم الدین کے آخر میں ایک نقشہ جدولیہ بزرگان سلسلہ کے مجمل حالات میں تحریر فرمایا ہے جس میں حضرت ابراہیم بن ادہم رحمتہ اللہ علیہ کو فاروقی یا حسینی لکھا ہے لیکن اس کے بعد اپنے قول سے رجوع فرمایا اور ان دونوں روایتوں کو مرجوع قرار دے کر قول محدثین کو جس میں ابراہیم بن ادہم کا عجلی یا تمیمی ہونا مذکور ہے راجح قرار دیا ہے اور اپنے مریدین و دیگر احباب کو آگاہ کیا ہے کہ آئندہ سے مجکو کوئی شخص سید یا فاروقی نہ لکھے۔

اور خاندان حقانیاں صوبہ بہار کے نسب ناموں میں ابراہیم بن ادہم بن ابو ناصر ہاشم بن عبداللہ بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سادات حسینی درج ہیں اور مفتاح التواریخ میں لکھا ہے کہ ابراہیم بن ادہم ملوک بلخ کی اولاد میں سے ہیں ترک سلطنت کرکے طریقت حاصل کی اور مکہ معظمہ کو چلے گئے وہاں سے ملک شام کو گئے اور مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کے دفتر اول میں جو سوانح عمری ہے اس میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں جن کی شادی فاطمہ بنت امام حسن سے ہوئی اور بقول ابو جعفر محدث کے آپ کی اولاد داخل سادات ہے اور حقانی بہاری نسب

[1] جناب مولوی شوکت حسین صاحب امروہوی فرماتے ہیں کہ مولانا موصوف نے عند الملاقات مجھ سے فرمایا کہ نسب نامہ مذکور میںنے دیکھا ہے۔

ناموں سے حضرت ابراہیم بن ادہم کی دادی کا فاروقی ہونا ثابت ہوتا ہے ؎

اختلاف حالات ابراہیم بن ادہم کے اسباب

یہہ ہیں کہ وہ اختلافات جو قدوۃ العارفین سلطان التارکین فخر خاندان سادات حضرت ابراہیم بن ادہم قدس سرہٗ کے خاندان عالیہ کی مختلف شاخوں میں مورخین کی غلط فہمیوں سے واقع ہوئے ہیں لیکن اختلافات مذکورہ کے چند سبب قوی ہیں ایک یہ کہ آپ کے ہم صفت وہمنام چند شخص ہوئے ہیں دوسرے یہ کہ آپ کا مولد ومسکن شہر بلخ ملک خراسان ہے وہیں آپ نے پرورش پائی اور وہیں تعلیم حاصل کی اور وہیں آپ بادشاہ ہوئے تیسرے یہہ کہ سلک خانوادہ چشتیہ کے آپ ایک گوہر آبدار ہیں اور چشت ایک مقام ہے ولایت خراسان سے لہذا آپ کے متعلق جملہ حالات کا ماخذ ملک خراسان ہی رہا. اور ملک خراسان کے ایک شہر بلخ میں آپ کے والد ماجد سید ناصر نے جو ادہم کے نام سے معروف تھے اپنا نسب فاروقی ظاہر فرمایا اسلئے مورخین خراسان کو اس سے زیادہ معتبر وصحیح روایت اور کیا حاصل ہو سکتی تھی لہذا تمام مورخین نے بغیر کسی قسم ردو قدح کے اس روایت کو صحیح تسلیم کر لیا اس وجہ سے بعد کو تمام متاخرین نے آپ کے نسب کو جب تلاش کیا فاروقیت کے اندر کیا اور مشابہت اسمی کی وجہ سے جس ابراہیم بن ادہم کے حالات کہیں دیکھے وہ سب انہی کے ساتھ منسوب کر دئے. اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صفات وحالات میں باہم تناقض پیدا ہو گیا. علاوہ ازیں ایک اور قوی سبب اس مغالطہ کا یہ ہوا کہ دوسرا ابراہیم ادہم جو عجلی النسب ہیں وہ بھی بلخ کے ہی باشندے تھے ؏

اختلافات مذکورہ کا اثر اقوال محدثین و مورخین پر

یہ بات قابل غور ہے کہ اگر تمام صفات و جملہ حالات فرد واحد یعنے ایک ہی ابراہیم بن ادہم سے متعلق کر دئے جائیں۔ جیسا کہ متاخرین نے کیا ہے. تو اس صورت میں نقیض بر نقیض پیدا ہو جائیں گے اور ان کا تدارک بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ بعض راویوں کو ان میں سے کاذب اور بعض کو صادق قرار دیا جاوے لیکن یہ امر بالکل خلاف انصاف ہوگا کہ صادق کو کاذب ٹھیرایا جائے اس لئے کہ ہمارے نزدیک ان میں سے ہر ایک راوی اپنے بیان کی نوعیت میں صادق ہے لیکن غلطی ان کی صرف اس قدر ہے کہ افراد متعدد کو انہوں نے فرد واحد قرار دیا ہے. یہی وجہ اجتماع نقیضین کی ہے کیونکہ یہ امر تو مسلم ہے کہ اگر ابراہیم بن ادہم شخص واحد ہیں اور یہ تمام روایات مختلفہ اسی شخص واحد سے متعلق ہیں تو سنین وفات میں سے بھی صرف ایک ہی سن وفات صحیح ہوگا اور باقی غلط اگر سن وفات ایک سو اکسٹھ ۱۶۱ یا باسٹھ ۱۶۲ ہجری صحیح قرار دئے جائیں تو باقی سنین کی نسبت جملہ اقوال غلط ماننے جاویں گے. اور ساتھ ہی ایں کے حضرت حذیفہ مرعشی کا مرید و خلیفہ ہونا غلط اگر یہ غلط تمام سلسلہ چشتیہ غلط ہوا یا کتب مفتاح التواریخ مخبر الواصلین خلاصۃ التہذیب کے سنین دو سو چھیاسٹھ اور مدفن آپ کا مقام سوقین میں ہونا سب غلط اولاد ملوک سے ہونا غلط ترک امارت بلخ غلط اور خلیفہ معتصم عباسی کو حضرت ابراہیم بن ادہم کا نصیحت کرنا غلط کیونکہ یہ واقعہ سن دو سو اٹھارہ سے بعد کا ہے اور ابراہیم بن حسن خثعمی کے سن وفات حضرت ابراہیم ادہم کی زبان سے ادا ہونا غلط کیونکہ یہ واقعہ سن دو سو انتیس کے بعد کا ہے. اور اگر سن وفات بجائے سن ایک سو اکسٹھ کے سن دو سو چھیاسٹھ صحیح تسلیم کئے جائیں تو سن وفات ایک سو اکسٹھ غلط اور اقوال محدثین بابت روایات حدیث یحییٰ ابن سعید انصاری و سعید ابن مرزبان و مقاتل بن حبان وغیرہ سب غلط امام سفیان ثوری کا ابراہیم بن ادہم سے روایت کرنا غلط اور ابراہیم بن بشار کا ابراہیم بن ادہم کی خدمت میں رہنا

Syed Rashid Ahmad is one of the greatest men in the world. May God take him under his blessing. Amin!

اور بغیہ بن ولید و شقیق بلخی و امام اوزاعی کا ابراہیم ادہم سے فیض شاگردی حاصل کرنا اور اُن سے روایت کرنا سب غلط امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مصاحبت میں رہنا بھی غلط اسلئے کہ یہ سب لوگ سن دو سو چھیاسٹھ ہجری سے ایک صدی پیشتر ہو گذرے ہیں لیکن جب کہ اقوال محدثین کی صداقت پر ہم کو کافی بھروسہ ہے اور اُن کے اقوال سے کامل ثبوت کے ساتھ اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ ابراہیم بن ادہم اشخاص متعدد ہیں اور ہر ایک کے اوصاف اُس کے ساتھ وابستہ ہیں پھر ہم صحیح روایات کو غلط کرنے کی کیوں کوشش کریں لہذا یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ ابراہیم بن ادہم جو عجلی النسب ہیں وہ اور ہیں اور جو تمیمی النسب ہیں وہ اور ہیں اور ابراہیم ادہم جن کے نسب میں فاروقیت و سیادت کی بحث ہے وہ اور ہیں اور اس صورت میں تمام نقیض ہٹ جائیں گے اور کسی روایت پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوگا۔ چنانچہ اوصاف ہر ایک ابراہیم ادہم کے علیحدہ علیحدہ مذکور ہوں گے انشا اللہ تعالےٰ :- اللھم صلی علی محمد و آل محمد

اختلافات مذکورہ کا اثر نسب ناموں پر

جناب قدس سرہٗ کی اولاد امجاد کو اپنے نسب ناموں کی ترتیب میں مذکورہ اختلافات کی وجہ سے طرح طرح کی مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا چونکہ مورخین نے متعدد ابراہیم ادہم کا ایک ہی وجود قائم کر لیا تھا اور تمام صفات کی گٹھڑی باندھ کر ایک ہی ابراہیم ادہم کے سر پر رکھ دی تھی اسلئے بعض لوگوں نے اپنے نسب ناموں میں ابراہیم ادہم کے اجداد میں منصور و سلیمان کو بھی شامل کر لیا۔ مگر یہ خیال نہ کیا کہ اس صورت میں اپنے نسب کو بنی عجل و بنی تمیم میں بھی تلاش کرنا پڑے گا اور یہ نہایت دشواری پیش آئے گی کیونکہ محدثین کا ہی ایک ایسا گروہ ہے کہ اُن کے اقوال کو ہم اقوال مورخین پر ترجیح دے کر اپنا کام نکال سکتے ہیں لیکن اس معاملہ میں محدثین بھی باہم مختلف ہیں اور بعض لوگوں نے صاحب مراۃ الاسرار اور اس کے اتباع کی تحریرات

کا مطالعہ کیا اور دیکھا کہ ابراہیم بن ادہم سلطان بلخ کو غیر معقب لکھا ہے تو اُنہوں نے اپنے لنسب ناموں سے ادہم کا لفظ ہی اڑا دیا اور صرف ابراہیم بن ناصر الدین قائم رکھا گویا کہ ابراہیم بن ادہم سلطان بلخ کو سلسلہ نسبی سے ہی خارج کر دیا مگر اس ترمیم سے سلسلہ کی ترتیب بالکل ہی بگڑ گئی اسلئے کہ ابراہیم ادہم سلطان بلخ میں خواہ صحیح خواہ غلط بلحاظ عام روایت کے فاروقیت تسلیم تو ہے جیسا کہ صاحب سیر الاقطاب نے بلا دلیل حضرت شکر گنج قدس سرہ کے تسب میں فاروقیت کو تسلیم کیا ہے لیکن ابراہیم ادہم سلطان بلخ کو سلسلہ اجداد سے خارج کرنے کی صورت میں وہ متنازعہ فاروقیت بھی جاتی رہی کیونکہ بنے ہوئے کام کو بگاڑ کر پھر بنانا مشکل ہوتا ہے لہٰذا اس صورت میں فاروقیت تک پہونچنا... بہت ہی دشوار ہو گیا اور بعض لوگوں نے ان مشکلات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ابراہیم ادہم سلطان بلخ کو بھی قایم رکھا۔ ان کو ایک اور سخت مشکل سے مقابلہ کرنا پڑا وہ یہ کہ حضرات محدثین کی تحقیق کے بعد حضرت ابراہیم بن ادہم سلطان بلخ کے سن وفات دو سو چھیاسٹھ کو صحیح تسلیم کرنا پڑے گا تو ابراہیم کو صرف ایک واسطہ کے ساتھ یعنے ناصر ادہم کے بعد عبد اللہ بن عمر فاروق سے اتصال کرنا معقولاً و منقولاً دونوں طریقہ سے ناممکن ہے کیونکہ عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی وفات بقول صحیح سن ترپسٹھ ہجری میں ہوئی ہے اعداد ترپسٹھ و دو سو چھیاسٹھ میں دو سو تین سال کا فاصلہ ہے جو صرف ایک واسطہ کے ساتھ کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا الغرض اسی قسم کی مشکلات کے پیش آنے کی وجہ سے جناب قدس سرہ کے سلسلہ نسبی میں قسم قسم کی ترمیمیں وطرح طرح کی اصلاحیں اپنے اپنے خیالوں کے بموجب لوگوں نے کرلی ہیں اور نسب نامے تصنیف کر لئے ہیں مگر کوئی ترمیم و اصلاح اس وقت تک ایسی نہیں ہوئی جس سے کہ سلسلہ نسبی اپنی اصلی حالت پر آجائے یاد رہے کہ پرکار کا ایک سرا جب تک مرکز پر قائم نہ ہو اُس وقت تک دائرہ کبھی صحیح نہیں آسکتا یا اگر کسی درخت سے ایک آنب توڑ کر جامن کے درخت میں لٹکا دیا جاوے خواہ وہ کسی طریقہ سے اُس میں لگایا جاوے مگر یہ ناممکن ہے کہ دیکھنے والا اُسکو درخت جامن کا پھل سمجھ لے لہٰذا سلسلہ نسبی

جب تک اپنی اصلی حالت پر نہ آئے گا اُس وقت تک اسی قسم کی مشکلات سے مقابلہ کرنا پڑیگا اور طرح طرح کے اعتراضوں کی بوچھاڑ بدستور قائم رہے گی۔

صاحب سیر الاقطاب نے اختلافات کے کانٹوں سے بچنے کی غرض سے ایک عجیب پہلو اختیار کیا ہے یعنے وہ حضرت فریدالدین شکر گنج قدس سرہٗ کے نسب کے بیان میں لکھتا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم کے ذریعہ سے موجودہ سلسلہ کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہونچنا توکسیطرح ممکن نہیں البتہ شکر گنج قدس سرہ کا فاروقی ہونا تسلیم ہے یعنے اُس نے بلا دلیل بلحاظ عام روایت کے تسلیم کیا ہے اور سلسلہ کی نسبت وہ لکھتا ہے کہ کوئی سلسلہ جو فاروقیت تک پہونچتا ہو کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گذرا لہذا میں نے نہیں لکھا۔ اسیطرح صاحب سیر الاولیا نے آپ کا سلسلہ فرخ شاہ کابلی تک پہونچکر اپنا دامن چھوڑا لیا ہے۔

امر واقعی یہ ہے کہ جن محققین نے اُن سلسلوں کی نسبت جو حضرت ابراہیم بن ادہم کے ذریعہ سے فاروقیت تک پہونچتے ہیں علمائے نسب کی تالیفات و تحقیقات سے مشورہ کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ کی اولاد میں کوئی شخص ناصر یا منصور یا سلیمان چند پشتوں تک نہیں ہے پھر کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ یہ سلسلہ صحیح ہے۔ علاوہ ازیں منصور و سلیمان ابراہیم بن ادہم عجلی النسب کے اجداد میں ہیں جن کو متاخرین نے بعض اعتراض رفع کرنے کی غرض سے مستعار لے لیا تھا اور اب ہماری اس تحقیق کے بعد واپس دینا پڑا۔

خلاصہ تحقیق

اب ہم ناظرین کی منتشر طبیعت کو اختلافات کی خاردار جھاڑیوں سے نکال کر صاف میدان میں لاتے ہیں تاکہ اُن کی متجسس و متلاشی نگاہیں ہر ایک ابراہیم بن ادہم کو اُن کی اپنی اپنی جگہ پر شناخت کر لیں۔

اوّل۔ ابو اسحاق ابراہیم بن ادہم بن منصور بن یزید بن جابر عجلی بلخی ثم الشامی ہیں جو زاہد تھے اور ان کی وفات سن ایک سو اٹھ ہجری میں ہوئی ہے اور ملک شام میں مدتوں رہے ہیں جیسا کہ ذیل الوفیات ابن خلکان میں مذکور ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب تہذیب التہذیب کے صفحہ ۱۰۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ (بخ ت، ابراہیم) بن ادہم بن منصور عجلی اور بقول ضعیف تمیمی ابو اسحاق بلخی زاہد ہیں آپ نے ملک شام میں سکونت اختیار کی اور یحییٰ ابن سعید الضماری اور سعید ابن مرزبان و مقاتل ابن حیان بنطی وغیرہ سے آپ روایت کرتے ہیں اور امام ثفیان ثوری آپ سے اور آپ امام موصوف سے روایت کرتے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم ممدوح سے اُن کے خادم ابراہیم بن بشار و بقیہ بن ولید و شقیق بلخی و امام اوزاعی روایت کرتے ہیں امام بخاری نے فرمایا کہ مجھ سے قیتبہ نے بیان کیا کہ ابراہیم بن ادہم تمیمی کوفہ میں تھے اور جن کو ابراہیم بن ادہم عجلی کہا جاتا ہے وہ شام میں تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ وہ ابراہیم بن ادہم جن سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ادب مفرد میں اور امام ترمذی اپنے جامع میں روایت کرتے ہیں اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد تھے۔ وہ ابراہیم بن ادہم بن منصور بن یزید بن جابر عجلی زاہد ہیں اور انہوں نے بلخ سے آکر ملک شام میں سکونت اختیار کی اور سن ایک سو اٹھ میں وفات پائی لہذا کتاب روضۃ الاقطاب میں سن ایک سو اکسٹھ میں وفات ہونا اور تذکرۃ الاولیا میں بحوالہ

لطایف اشرفی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے خرقہ خلافت حاصل کرنا اور کتاب مخبر الواصلین میں ملک شام میں مدفون ہونا اور دیگر کتب تواریخ میں شقیق بلخی کا آپ سے فیض حاصل کرنا روایات صحیح ہیں لیکن یہہ تمام اوصاف انہیں ابراہیم ابن ادہم عجلی النسب کے ہیں جن کے باپ کا نام سلیمان ہے جیساکہ روضۃ الاقطاب کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے یعنے ابراہیم بن ادہم کی کنیت ابو اسحاق ہے اور ادہم خواجہ ابراہیم بن سلیمان بن منصور بلخی کے باپ ہیں یعنے سلیمان کا لقب ادہم ہے۔

دوسرے ابراہیم بن ادہم تمیمی ہیں اور یہہ زاہد مشہور نہیں اور مقام کوفہ کے باشندے تھے ان کی نسبت فخر المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تہذیب التہذیب کے ۱۷۷ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ (تمیز ابراہیم) میں نے کتاب منتظم مؤلفہ علامہ ابن جوزی میں دیکھا ہے کہ یہ ابراہیم بن ادہم زاہد نہیں ہیں یہہ کوفی ہیں۔ بمقام مصر رشدین ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو آئے تھے اُن سے حدیثیں یاد کیں۔ اور سن ایک سو باسٹھ ہجری میں وفات پائی۔ یہ ابراہیم بن ادہم بھی امام سفیان ثوری سے اور امام مذکور ابراہیم مذکور سے روایت کرتے ہیں اور یہہ ہی ابراہیم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مصاحب رہے ہیں لہذا کتب تواریخ و تذکرہ مثل شجرۃ الانوار و اقتباس الانوار و روضۃ الاقطاب و مراۃ الاسرار و تذکرہ اولیا اور اقوال محدثین میں مثل تقریب التہذیب و خلاصۃ التذہیب وغیرہ کتب میں سن وفات ایک سو باسٹھ درج ہونا اور بغداد میں قریب قبر احمد ابن حنبل رح رحمۃ اللہ علیہ کے مدفون ہونا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فیضیاب ہونا اور نیز دیگر امام صاحب کے معاصر کی صحبت میں رہنا روایات صحیحہ ہیں مگر یہہ جملہ صفات ابراہیم بن ادہم کوفی تمیمی کی ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ یہہ دونوں ابراہیم ادہم چونکہ قریب قریب زمانہ میں ہوئے ہیں اس لئے حضرات محدثین کو ان کے امتیاز کرنے میں دشواری واقع ہوئی۔

ستیکر قدوۃ العارفین سلطان التارکین فخر خاندان فاطمیہ و ادہمیہ سر حلقہ خانوادہ چشتیہ حضرت ابراہیم شاہ بلخ ابن سید ناصر ملقب بہ ادہم جو حضرت فضیل بن عیاض قدس

سرہٗ کے خلیفہ و حضرت حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد ہیں اور سلسلہ خانوادہ چشتیہ کا آپ سے ملتا ہے سن وفات آپ کے دو سو چھیاسٹھ یا دو سو ساٹھ یا دو سو اکسٹھ ہجری ہیں۔ جیساکہ کتب مفتاح التواریخ و مخبر الواصلین و خلاصۃ التذہیب کے حاشیہ پر تہذیب سے منقول ہے اور مدفن آپ کا مقام سوقین میں جو بلاد روم سے ہے جیساکہ خلاصۃ لتذہیب کے حاشیہ پر تہذیب سے منقول ہے اور اولاد ملوک سے ہونا روضۃ الاقطاب وغیرہ سے ظاہر ہے و ترک امارت بلخ کر کے یاد الٰہی میں مصروف ہونا جیساکہ کتاب الانساب للسمعانی و اقتباس الانوار وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور مکہ معظمہ میں مدت مدید تک رہنا اور آپ کے ایک صاحبزادے کا آپ کی تلاش میں مکہ معظمہ جانا اور وہیں وفات پانا جیساکہ تذکرہ اولیاء و مراۃ الاسرار وغیرہ سے ثابت ہے اور خلیفہ معتصم عباسی جو سن دو سو اٹھارہ میں تخت سلطنت پر بیٹھا تھا اسکو نصیحت فرمانا جیساکہ شجرۃ الانوار سے ظاہر ہے اور ابراہیم بن حسن خثعمی کی وفات کے سن دو سو انتیس آپ کی زبان مبارک سے ادا ہونا جیساکہ خلاصۃ التذہیب کے حاشیہ پر تہذیب سے منقول ہے یہہ جملہ اوصاف الٰہی تبصرے ابراہیم بن ادہم کے ہیں جن کے نسب میں متاخرین میں سخت اختلاف واقع ہوا ہے یعنے بعض کہتے ہیں کہ آپ باغ فاروقی کے خوشرنگ و خوشبو پھول ہیں اور بعض کا قول ہے کہ آپ گلزار حسینی کے ایک نونہال ہیں۔

ابراہیم بن ادہم کا غیر معقّب رہنا مورخین کی غلط فہمی ہے

اگرچہ خاندان سادات ادہمیہ کے منور چہرہ نسب سے اختلافات کثیرہ کے وہ مکدر حجاب جو انوار نسبی کی جلوہ نمائی میں مزاحم ہو رہے تھے۔ درمیان سے اُٹھائے گئے ہیں اور ہر ایک ابراہیم بن ادہم کو اپنی اپنی جگہ پر یاد الٰہی میں مصروف دکھلا دیا گیا ہے۔ لیکن ایک اور قسم کا مکدر حجاب

باقی ہے جو متاخرین مورخین کی غلط فہمیوں سے واقع ہوا ہے وہ یہہ کہ حضرت ابراہیم بن ادہم رح
سلطان بلخ کی اولاد میں صرف ایک پسر تھا وہ مکہ میں جاکر لاولد فوت ہوا اس خیال کے متعلق
یہ امر قابل غور ہے کہ ان تمام اختلافات مذکورہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور متعدد افراد ابراہیم بن ادہم
کی تمام صفات کو ایک ہی شخص میں جمع کرتے ہوئے مورخین متاخرین نے جناب امیر سلسلہ چشتیہ
کے نسب میں عجلیت وتمیمیت کو دخل نہیں دیا جیسے فاروقیت وسیادت میں اختلاف کیا ہے۔
اسیطرح عجلیت وتمیمیت میں بھی اختلاف کیا جاتا مگر کسی نے ایسا نہیں کیا آپ کی اولاد امجاد میں
سے کوئی شخص بھی اپنے سلسلہ نسبی کو بنی عجل و بنی تمیم سے منسوب نہیں کرتا البتہ زمانہ موجودہ میں
مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے قول فاروقیت وسیادت کو بمقابلہ قول محدثین کے جو عجلی
وتمیمی لکھتے ہیں مرجوع قرار دیا ہے لیکن متاخرین میں سے جو مشہور تالیفات ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر
ہو چکا ہے کسی نے ایسا نہیں لکھا نہ کسی تاریخ میں اور نہ کسی نسب نامہ میں نظر سے گذرا اس سے صاف ظاہر
ہے کہ آپ کی اولاد امجاد اپنے سلسلۂ نسب کو حضرت ابراہیم بن ادہم سلطان بلخ سے متصل
ہونے کا قطعی یقین.... رکھتے ہیں اس امر کا ایک اور ثبوت ہماری نگاہ کے سامنے موجود ہے یعنی جو
نسب نامے پشت در پشت اس وقت تک بلا ترمیم چلے آتے ہیں اُن میں ابراہیم بن ادہم سلطان
بلخ ضرور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم بن ادہم سلطان بلخ کی اولاد میں علاوہ اُس پسر
کے جو مکہ میں فوت ہوا دیگر اولاد پسری ضرور تھی جن کا سلسلہ اب تک بہت کثرت سے موجود ہے
اگرچہ یہہ جواب قیاسی ہے مگر اقوال مورخین وکثرت نسب نامجات اس قیاس کی کافی تائید کرتے ہیں جیسا کہ
صاحب اقتباس الانوار لکھتا ہے کہ صحیح تر یہہ بات ہے کہ خواجہ ابراہیم بن ادہم قدس سرہ کی اولاد میں
سوائے اُس پسر کے جو مکہ میں فوت ہوا اور بھی پسر ہیں اُن میں سے ایک خواجہ ابو اسحاق ناصر الدین ہیں
جو فرخ شاہ کابلی کے جد امجد ہیں اور فرخ شاہ کابلی کثیر الاولاد ہیں اور خواجہ فرید الدین شکر گنج
قدس سرہ کے جد امجد ہیں دوسرے خواجہ ناصح الدین حضرت ابراہیم بن ادہم کے بیٹے ہیں جن کی
اولاد ناصحی کے نام سے موسوم ہے شیخ مبارک گویا سوی ناصحی جو حضرت نظام الدین قدس سرہٗ کے
مرید وخلیفہ ہیں خواجہ ناصح الدین کی اولاد میں ہیں آپ کا نسب نامہ تذکرۃ العارفین میں مرقوم ہے۔ اور
مشایخ بلدہ تھانیسر از نسل خواجہ ناصح الدین ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سے خاندانی سلسلے حضرت

ابراہیم بن ادہم کی اولاد سے اس وقت تک موجود ہیں وہ کیسے معدوم تصوّر کئے جا سکتے ہیں لیکن اس زہریلے خیال کی بنیاد قائم ہوئی ہے۔ صاحب مراۃ الاسرار اور اس کے اتباع کی غلط فہمی سے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم جو تارک سلطنت بلخ ہو کر یاد الٰہی میں مصروف ہوئے اور مکہ معظمہ کو چلے گئے تھے۔ اُن کے صرف ایک پسر خورد سال تھا جس کو وقت سفر حجاز کے بلخ میں چھوڑا تھا۔ اور وہ بڑا ہو کر مکہ معظمہ میں جا کر فوت ہوا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم مذکور نے اور کوئی شادی نہیں کی۔ پھر ابراہیم بن ادہم کے اولاد کہاں سے آئی۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم بلخی جو شقیق بلخی کے باپ تھے اور خواجہ ابراہیم بن ادہم کے معاصر تھے لہذا ابراہیم پدر شقیق بلخی کی اولاد غلطی سے بوجہ قرب زمانہ کے اپنے نسب کو خواجہ ابراہیم ادہم سے منسوب کرنے لگی ہے اور اکثر کتب تواریخ معتبرہ سے تحقیق کیا گیا کہ خواجہ ابراہیم بن ادہم کے اولاد نہیں ہے۔

یہ خیال ہے صاحب مراۃ الاسرار اور اس کے اتباع کا شجرۃ الانوار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ لیکن یہ خیال اس قدر کمزور و بے بنیاد ہے کہ اس کے جواب کے لئے زیادہ توجہ کی ضرورت نہیں۔

اوّل تو صاحب مراۃ الاسرار نے خود اس امر کو قبول کر لیا ہے کہ خواجہ قدس سرہٗ کا وہ پسر بڑا ہو کر مکہ معظمہ گیا تھا۔ لہذا اس کا مکہ معظمہ میں جا کر فوت ہو جانا اُس کے صاحب اولاد ہونے کا منافی نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ صاحب مراۃ الاسرار اور اس کے اتباع کا یہ خیال کہ پدر شقیق بلخی کی اولاد بوجہ معاصر ہونے خواجہ صاحب کے غلطی سے اپنے نسب کو خواجہ صاحب سے منسوب کرنے لگی ہے یہ اُنہی دماغوں کا ایجاد ہے کہ جن میں متعدد ابراہیم ادہم کا ایک ہی وجود قائم کر رکھا ہے در اصل شقیق بلخی ابراہیم بن ادہم عجلی النسب کے شاگرد تھے جو آخر الذکر ابراہیم ادہم سے ایک صدی سے بھی زاید عرصہ پیشتر یعنے سن ایک سو اکسٹھ ہجری میں ہو گذرے ہیں۔ شقیق بلخی کے باپ ابراہیم اگر معاصر تھے۔ تو ابراہیم بن ادہم عجلی النسب کے تھے لیکن ابراہیم بن ادہم سلطان بلخ کے معاصر نہیں ہو سکتے۔ اُن کو ان سے ایک صدی

سے زیادہ کا فاصلہ ہے لہذا اس خیالی جال کا تانا بانا تو ٹوٹ گیا

تیسرے یہ کہ علمائے انساب کی تحقیق سے ابراہیم پدر شقیق بلخی کے پسران میں سے کسی پسر کا نام ناصح الدین ومحمود و اسحاق اب تک نگاہ سے نہیں گذرا۔

چوتھے یہ کہ صاحب مراۃ الاسرار نے شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تذکرۃ الاولیا سے اس خیال کا استنباط کیا ہے۔ لیکن اس کی عبارت سے یہ منشا قطعی ثابت نہیں ہوتا۔ وہ لکھتے ہیں کہ چون ابراہیم از بلخ برفت او را پسرے خورد بود چوں بزرگ شد گفت پدر من کجا است۔ حضرت ابراہیم کے سفر حجاز کے وقت ایک پسر کا خوردسال ہونا دیگر اولاد کے وجود کا منافی نہیں ہوسکتا علاوہ ازیں پسر خورد کی نسبت بھی وہ لکھتے ہیں کہ جب بڑا ہوگیا اور بقول صاحب گلزار ایک مدت تک کار سلطنت انجام دینے کے بعد وہ اپنے باپ سے ملنے کو مکہ معظمہ گیا۔ اور وہیں فوت ہوا۔ اس سے اس لڑکے کا بھی غیر معقب رہنا ثابت نہیں ہوتا ؛

ابراہیم بن ادہم کے سلسلہ نسبی میں سیادت وفاروقیت کی تحقیق

بیانات مذکورہ سے ناظرین کے خیالات کا انتشار غالباً دور ہو کر طبیعت یکسو ہوگئی ہوگی۔ اس لئے کہ اختلافات کے پردے درمیان سے اٹھا دئے گئے۔ اور ہر ایک ابراہیم بن ادہم تحقیقا کی روشنی میں اپنی اپنی جگہ پر یاد الٰہی میں مصروف بیٹھے ہوئے صاف نظر آتے ہیں! لہذا جب ہم کو یہ معلوم ہوچکا کہ ابراہیم بن ادہم سلطان بلخ تیسری صدی کے آخر میں ہوئے ہیں جن کے نسبی سلسلے میں سیادت وفاروقیت کی بحث ہے۔ تو اس صورت میں ان کے حالات کو روشنی میں لانا کچھ دشوار امر نہیں ہے۔ یعنے ایک فریق کہتا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم کے

سلسلے جدی میں فاروقیت و سلسلے مادری میں سیادت ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسرا فریق بیان کرتا ہے کہ جناب قدس سرہٗ کا جدی سلسلہ بواسطہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے شرافت سیادت کا حامل ہے اور آپ کے مادری سلسلے میں فضیلت فاروقیت کی تجلی نمایاں ہے۔

بیانات مذکورہ سے یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا کہ فریقین کو سیادت و فاروقیت دونوں بالاجمال آپ کے سلسلے میں تسلیم ہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ ایک فریق سیادت کو مادری سلسلے میں و فاروقیت کو جدی سلسلے میں تسلیم کر رہا ہے اور دوسرا فریق اس کے برعکس خیال کرتا ہے فریق اوّل جو آپ کے سلسلہ جدی میں فاروقیت و مادری میں سیادت کا مدعی ہے وہ اپنے دعوے کی تائید میں چند مورخین متاخرین کی تحریرات ذیل پیش کرتا ہے۔

اول یہ کہ ابراہیم بن ادہم بن سلیمان بن ناصر بن عبداللہ بن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور بعض تحریرات میں ابراہیم بن ادہم بن ناصر بن عبداللہ بن امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ درج ہیں اس کے سوائے اور بھی چند شجرے خاندانی مختلف البیان پیش کئے گئے ہیں جو چند ناموں کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ بواسطہ حضرت ناصر بن عبداللہ کے امیرالمومنین فاروق رضی اللہ عنہ تک پہونچایا ہے۔ اور ایک قوی شہادت تائید میں پیش کی جاتی ہے۔ کہ ابراہیم بن ادہم کے والد ناصر نے امیر بلخ کے دربار میں اپنا نسب فاروقی بیان کیا تھا۔ اور عبداللہ بن عمر کی اولاد میں ہونا ظاہر کیا تھا۔ جیسا کہ روایتاً تمام نسب ناموں سے ظاہر ہے۔ اور یہی فریق جناب کے سلسلہ مادری کی سیادت میں بھی چند تحریرات بطور شہادت کے پیش کرتا ہے۔ ان میں سب سے قوی شہادت یہہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ عبداللہ بن عمر کی شادی کتخدائی چونکہ مسماۃ فاطمہ بنت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی اسلئے آپ کا مادری سلسلہ سادات سے متصل ہے جیسا کہ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کے دفتر اول کے متعلق سوانح عمری موسوم بجواہر مجددیہ میں مولوی احمد حسین خان صاحب امروہوی بحوالہ ابوجعفر محدث تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے جملہ بزرگ چرخ ولایت و عرفان کے آفتاب برج ہدایت و آسمان کے ماہتاب تھے چنانچہ امیرالمومنین حضرت فاروق اعظم خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور عبداللہ جلیل القدر صحابی ہیں جن کی شادی حضرت فاطمہ بنت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ہوئی

بقول ابو جعفر محدث آپ کی اولاد داخل سادات ہے اور دوسرا فریق ان بیانات کا جواب حسب ذیل دیتا ہے اول یہ کہ ابراہیم بن ادہم تیسری صدی کے آخر میں ہوئے ہیں اور عبداللہ بن فاروق اعظم رض پہلی صدی کے آخر میں ان دونوں کے درمیان میں کامل دو صدی سے زائد کا فاصلہ ہے جو صرف ایک ناصر کے واسطے سے عبداللہ بن عمر فاروق رض تک کسی طرح پہونچنا ممکن نہیں۔

دوسرے یہ کہ عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں کوئی پسر مسمیٰ بہ ناصر نہیں ہے بلکہ چند پشتوں تک نہیں ہے۔

تیسرے یہ کہ ابراہیم کے والد ناصر نے امیر بلخ کے دربار میں اپنا نسب فاروقی مصلحتاً بیان کیا تھا نہ کہ حقیقتاً اور ناصر کا یہ بیان کہ وہ عبداللہ بن عمر کی اولاد میں ہیں جیسا کہ روایتاً نسب ناموں سے ظاہر ہے۔ اس لئے صحیح ہے کہ عبداللہ بن عمر ناصر مذکور کے جد مادری ہیں اور عمر فاروق رض کے پانچویں درجہ میں پوتے ہیں۔ ان کی وفات سن ایک سو تہتر ہجری میں ہوئی ہے ملاحظہ کرو صفحہ تین نمبر دوم۔ یہاں بھی وحدت اسمی کی وجہ سے مغالطہ پیش آیا۔ لہذا آپ کے جدی سلسلہ میں فاروقیت تسلیم نہیں ہے۔

چوتھے یہ کہ علمائے نسب کی تحقیقات کی بموجب عبداللہ بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے پسر ہاشم ابو ناصر اور ان کے فرزند ناصر معروف بہ ادہم اور ان کے بیٹے ابراہیم ابو اسحاق سلطان بلخ کا موجود ہونا ثابت ہے۔ لہذا جناب کے سلسلہ جدی میں سیادت مسلم ہے۔

سلسلہ جدی میں سیادت مسلم ہے

فریق اول کا یہ بیان کہ عبداللہ بن عمر کی شادی کتخدائی چونکہ فاطمہ بنت امام حسن رض سے ہوئی تھی۔ لہذا سلسلہ مادری آپ کا متصل بہ سیادت ہے۔ قطعی ناقابل تسلیم ہے اس لئے کہ فاطمہ رض بنت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شادی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے ساتھ ہونا تمام علمائے نسب کو باتفاق تسلیم ہے اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی وفات سن چورانوے ہجری میں ہوئی۔ اس وقت تک فاطمہ رض بنت امام حسن رضی اللہ عنہ کا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہنا بخوبی ثابت ہے۔ اور ان سے کثیر اولاد کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ اور سن چورانوے ہجری سے تیس یا اکتیس سال پہلے عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات ہو چکی تھی۔ لہذا یہ خیال کسی طرح صداقت کے درجے تک کو نہیں پہونچتا۔ البتہ فاطمہ بنت

امام حسین رضی اللہ عنہ عبد اللہ بن عمرو کے نکاح میں آئیں تھیں لیکن یہ عبد اللہ بن عمرو فاروقی نہیں ہیں بلکہ عثمانی ہیں ملاحظہ کرو صفحہ چار نمبر سوم

وحدت اسمی کیوجہ سے متاخرین نے عبد اللہ بن عمرو کو جو عثمانی ہیں عبد اللہ بن عمر فاروق خیال کرلیا. جو صراحتاً خلاف واقعہ ہے لہذا سیادت مادری تسلیم نہیں علاوہ ازیں عبد اللہ بن عمر جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پانچویں پشت میں پوتے ہوتے ہیں. اُن کی دختر مسماۃ ام ناصر کا نکاح امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے پوتے مسمی ہاشم کے ساتھ ہونا اور اُن کی اولاد میں ایک فرزند مسمی ناصر کا ہونا علمائے نسب کی تحقیق سے بخوبی ثابت ہے. ملاحظہ ہو صفحہ تین نمبر دوم.

لہذا جناب قدس سرہٗ کے سلسلہ مادری میں فاروقیت ثابت ہے ؂

سلسلہ مادری میں فاروقیت ثابت ہے +

تنقیح

جب کہ یہ امر مسلم ہے کہ سیادت و فاروقیت بالاجمال دونوں فریق کو تسلیم ہیں تو اس صورت میں صرف دو امر تنقیح طلب معلوم ہوتے ہیں. اول یہ کہ سیادت آپ کے سلسلہ مادری میں ہے یا جدی میں دوسرا یہ کہ فاروقیت آپ کے سلسلہ جدی میں ہے یا مادری میں

تجویز

بیانات مذکورہ بالا پر لحاظ کرتے ہوئے تنقیح اول کی نسبت میری یہ رائے ہے کہ حقیقت میں وحدت اسمی وحدت ابنی وحدت کنیت وحدت صفت تین شخصوں میں چار صفتوں کا اجماع مشابہت کاملہ کا باعث تھا اسلئے اُن کو ایک دوسرے سے امتیاز کرنا عام نگاہوں کے لئے مشکل تھا لیکن بعض محققین نے اپنی تحقیق کی روشنی ڈالی. اور وہ اختلافات کے نکڑ رچیا پول کو پار کرکے ہر ایک ابراہیم بن ادہم کے امتیاز کا باعث ہوئی جیساکہ حالات ابراہیم بن

ادہم کی ذیل میں معہ اختلافات اور اُس کے اسباب و امتیاز باہمی کو مفصل دکھلایا گیا ہے۔ اُس کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو ابراہیم بن ادہم ہجری سنین ایک سو اکسٹھ و ایک سو باسٹھ میں ہوئے ہیں وہ عجلی النسب و تمیمی النسل تھے۔ ان کو فاروقیت یا سیادت سے کچھ تعلق نہ تھا جیسا کہ اقوال محدثین سے ثابت ہے۔ اور نیز اُن کے نسب کی نسبت عجلیت و تمیمیت کے خلاف کسی نے کوئی اعتراض بھی نہیں کیا اور سب سے زیادہ غور طلب یہ امر ہے کہ ابراہیم بن ادہم عجلی النسب بھی اگرچہ شہر بلخ کے باشندے تھے مگر محدثین نے ان کو کبھی سلطان بلخ نہیں لکھا۔ بلکہ اُن کی باہمی امتیاز کے لئے صرف دو لفظ استعمال کئے گئے ہیں ایک ابراہیم بن ادہم زاہد دوسرے ابراہیم بن ادہم غیر زاہد اور جو زاہد ہیں وہ عجلی بلخی ثم الشامی ہیں اور جو غیر زاہد ہیں وہ تمیمی کوفی ہیں اس کلام محدثین سے بخوبی واضح ہے کہ ان دونوں ابراہیم بن ادہم میں سے کوئی ابراہیم سلطان بلخ یا تارک السلطنت بلخ نہیں ہوا۔ لہٰذا جب کہ یہ دونوں حضرات تیسرے سے علیحدہ ہو گئے تو اب جو کچھ نزاع باقی رہا انہیں ابراہیم بن ادہم کی نسبت رہا جن کی وفات ہجری سن دو سو چھیاسٹھ میں ہوئی ہے۔ وہی ابراہیم بن ادہم سلطان بلخ ہوتے ہیں اسلئے کہ اسد بن سامان امیر بلخ جو حضرت ابراہیم کا جد مادری تھا خلیفہ مامون عباسی کے آغاز سلطنت تک موجود تھا چنانچہ وہ امارت بلخ کا کام ابراہیم اپنے نواسہ کی سپرد کر چکا تھا۔ اس لئے اُس نے اپنے چاروں بیٹوں کو خلیفہ مامون سے سفارش کر کے علیحدہ علیحدہ صوبوں کی گورنری پر ممتاز کرایا۔ اور نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ خلیفہ معتصم عباسی کو جن ابراہیم بن ادہم کا نصیحت کرنا تواریخ میں مذکور ہے وہ یہی ابراہیم بن ادہم ہیں۔ اس لئے کہ خلیفہ معتصم عباسی بعد خلیفہ مامون عباسی کے تیسری صدی کے آغاز میں تخت سلطنت پر بیٹھا ہے۔ اور ابراہیم بن ادہم ترک امارت بلخ کر کے اور اپنے بیٹے کو کار سلطنت سپرد کر کے یاد الٰہی میں مصروف ہوئے اور فضیل بن عیاض قدس سرہ سے فیض حاصل کیا۔ جن کی وفات سن ایک سو ستاسی ہجری میں ہوئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابراہیم بن ادہم نے اپنی عمر کے قریب قریب چھتیسویں سال میں کار سلطنت اپنے پسر کلاں کی سپرد کر کے فقیری اختیار کی۔ لہٰذا یہ امر معقولاً و منقولاً دونوں طرح ثابت ہے۔ کہ ابراہیم بن ادہم جو سلطان بلخ ہوئے ہیں وہ

تیسری صدی کے آخر تک اپنی برکات سے اہل دنیا کو فیضیاب کرتے رہے۔ جناب قدس سرہٗ کے سلسلہ مادری میں سیادت کا ہونا تسلیم نہیں کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ سیادت مادری کے ثبوت میں جو شہادت پیش کی گئی ہے وہ غلط و خلاف واقعات پر مبنی ہے۔ یعنے مسماۃ فاطمہ دختر امام حسن رضی اللہ عنہ کا عبداللہ پسر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آنا محض غلط ہے در اصل بعض لوگوں کو مشابہت اسمی کی وجہ سے سخت اشتباہ واقع ہوا ہے۔ یعنی عبداللہ بن عمرو کی شادی فاطمہ دختر امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ضرور ہوئی ہے۔ لیکن یہ عبداللہ بن عمرو عثمانی ہیں۔ فاروقی نہیں ہیں یہ بھی اُسی قسم کا مغالطہ ہے۔ جیسا کہ ابراہیم بن ادہم کے ناموں میں واقع ہوا ہے دیکھو صفحہ چار نمبر سوم۔

علاوہ ازیں فاطمہ بنت امام حسن رضی اللہ عنہ کا عبداللہ بن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات سے ۳۰ یا ۳۱ سال بعد تک حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہنا معتبر تواریخ کی باوقعت شہادت سے بخوبی ثابت ہے۔ لہذا کوئی وجہ مقتضی نہیں ہے کہ اس باوقعت شہادت کے خلاف مسماۃ فاطمہ دختر امام حسن رضی اللہ عنہ کی شادی کتخدائی عبداللہ پسر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہونا تسلیم کر لیا جاوے اور چونکہ اس کے سوا اور کوئی شہادت سیادات مادری کے ثبوت میں پیش نہیں کیگئی ہے۔ اس لئے جناب قدس سرہٗ کے سلسلہ مادری میں سیادت تسلیم نہیں ہے۔ لیکن بخلاف اس کے حضرت ابراہیم کا ابن ناصر ہونا اکثر مورخین و سلاسل خاندانی میں تسلیم کیا گیا ہے۔ اور ناصر کا لقب ادہم اور ادہم کا ابن ہاشم اور ہاشم کا ابن عبداللہ ہونا بھی اکثر سلاسل خاندانی میں تسلیم ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا اور عبداللہ کا ابن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ ہونا تمام سلاسل حقانی ہماری سے بخوبی ثابت ہے۔ چنانچہ بعض محققین نے جب ابراہیم بن ادہم کے سلسلہ کو صحیح طور پر جانچنے کی کوشش کی تو ابراہیم کا سلسلہ ناصر کے ذریعہ سے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تک پہونچا ہوا پایا لیکن عام روایت کے خلاف ہونے کیوجہ سے خیال کیا کہ محمد باقر حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ جیسا کہ محمد حافظ اللہ صاحب چشتی صابری نے کتاب تذکرہ صابریہ میں لکھا ہے لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ کی اولاد میں کوئی پسر موسوم بہ محمد باقرؒ نہیں ہے۔ اسیطرح صاحب کنز الانساب نے آپ کے سلسلہ کو ابو ناصر ہاشم ابن عبد اللہ تک پہونچا کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت عبید اللہ بن عاصم سے ملا دیا ہے۔ الغرض اُن تمام قیاسی اختلافات کے اسباب وہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے اور یہ مورخین کے مغالطے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت ابراہیم بن ادہم ناصر بن ہاشم ابو ناصر بن عبد اللہ بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سادات حسینی سے ہیں لہذا انوار سیادت کی تجلیات جناب قدس سرہٗ کے سلسلہ جدی میں تاباں ہیں نہ کہ سلسلہ مادری۔

تنقیح نمبر دو کی نسبت میری یہہ رائے ہے کہ اکثر قدیم نسب نامجات خاندانی جناب قدس سرہٗ کی اولاد امجاد کے اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ ابراہیم ابن ناصر ابن عبد اللہ ابن عُمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں اور اکثر مورخین بھی اس شہادت کی تائید کرتے ہیں۔ مگر مورخین کو سخت مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ یعنے وہ جب علمائے انساب کے اقوال پر نظر ڈالتے ہیں تو اس سلسلہ کو خاندان سادات سے متصل پاتے تھے۔ دوسری طرف خاندان ادہمیہ کے سلاسل خاندانی کو دیکھتے ہیں تو خاندان فاروقیت سے ملحق پاتے ہیں۔ اس کشمکش کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہر ایک مورخ نے اپنے خیال کی بموجب جناب کے سلسلہ میں کچھ نہ کچھ ترمیم کردی مگر افسوس ہے کہ ترمیم ہونے پر بھی معقول و قابل تسلیم اعتراضوں کی زد سے محفوظ نہ رہ سکا وجہ یہہ ہے کہ امر واقعی و راستی سے جس قدر فاصلہ رہا اُسیقدر اعتراضوں کی گنجائش باقی رہی۔ دراصل جناب قدس سرہٗ کے خاندانی نسب نامہ میں صرف یہ امر قابل غور تھا۔ کہ جب علمائے انساب آپ کو عبد اللہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے اولاد حسینی میں داخل کرتے ہیں تو اولاد عبد اللہ مذکور مدینہ منورہ جیسا پاک و مقدس وطن چھوڑ کر ملک خراسان میں کب اور کس وجہ سے وارد ہوئی صرف اسی امر کی تحقیق تمام واقعات اختلافی کا انکشاف ہوجاتا اور سیادت و فاروقیت جناب کے سلسلہ نسب میں اپنی اپنی جگہ قائم و مستقل ہوجاتے۔ چنانچہ تمام واقعات و اسباب نزول و ورود اولاد عبد اللہ بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے مفصل مذکور ہوچکے اُن کو پیش نظر رکھنے سے جناب

قدس سرہ کے سلسلہ نسبی سے تمام اعتراضات کی تاریکی قطعی رفع ہو جاتی ہے مذکورہ تاریخی واقعات سے بخوبی ثابت ہے کہ سادات کش سلطنت کے خوف سے ملک خراسان کے شہر بلخ میں مصلحتاً حضرت ناصر نے اپنا مادری نسب یعنے فاروقی ظاہر کیا تھا اور چونکہ سلطنت عباسیہ کو زیادہ مدت قیام رہا اس لئے مدت ہائے مدید تک سادات کے ایسے خاندانوں کو جن کے عزیز و اقارب کسی جنگ خلاف سلطنت میں شریک تھے اخفائے نسب کی ضرورت قائم رہی لہذا اُس وقت کے مورخین نے بموجب اظہار نسب حضرت ناصر کے اس بیان کو تاریخی روایات میں لے لیا اس کے بعد دیگر مورخین نے اتباع کیا اس طرح یہہ بیان کثرت روایت میں آگیا لیکن جناب کی اولاد کو عبداللہ بن عمر کے نام میں سخت مغالطہ واقع ہوگیا در اصل جناب قدس سرہٗ نے عبداللہ بن عمر کی اولاد میں ہونا صحیح بیان کیا تھا یعنے یہہ عبداللہ بن عمر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پانچویں پشت میں پوتے ہیں ان عبداللہ کی ایک لڑکی مسماۃ ام ناصر مسمی ہاشم بن عبداللہ بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی زوجہ اولیٰ ہیں اس طرح حضرت ناصر عبداللہ بن عمر کی اولاد میں یعنے نواسہ ہیں ان عبداللہ کو آپ کی اولاد نے عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سمجھ لیا۔ اور کامل دو صدی کا فاصلہ حضرت ابراہیم بن ناصر و عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان نظر آنے لگا جو ہر طرح بعید از قیاس ہے لہذا فاروقیت کی فضیلت جناب قدس سرہ کے سلسلہ جدی میں کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتی ہے دیکھو سفرنامہ ابن بطوطہ اُس نے جناب قدس سرہٗ کے سلسلہ پدری میں فاروقیت سے قطعی انکار کیا ہے۔ بلکہ سلسلہ مادری میں ثابت ہے۔

عوام الناس کے اعتراضات ابراہیم ابن ادہم کی سیادت پر

جناب قدس سرہٗ کی فاروقیت نسبی کی تائید میں عوام الناس ایک اور دلیل پیش کرتے ہیں وہ یہہ کہ حضرت ابراہیم ادہم کی اولاد امجاد میں بڑے بڑے جلیل القدر صاحب کرامت اہل کشف صاف باطن روشن ضمیر درویش اولیائے کرام ہوئے ہیں وہ سب کے سب اپنے سلسلہ نسبی کو فاروقیت سے متصل کرتے رہے اگر فی الواقع سیادت اُن کے سلسلہ میں ہوتی تو یہہ ممکن نہیں تھا کہ وہ حضرات باوجود اہل باطن ہونے کے اس راز سے بے خبر رہتے ایسے بزرگان دین کی نسبی حالت پر پردہ پڑا رہنا اُن کی صفائے باطنی پر شبہ ڈالتا ہے مگر یہہ اعتراض اُن کا نافہمی سے ہے اسلئے کہ بزرگان دین کو جو امور کشف یا الہام کے ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں وہ کبھی دو حال سے خالی نہیں ہوتے ا

اول یہ کہ کسی خاص امر کی نسبت منشائے ایزدی کا اقتضا ہو۔

دوسرے یہ کہ کوئی اہل کشف خود بضرورت خاص کسی امر کو معلوم کرنے کی کوشش کرے لیکن حضرات اہل کشف ایسے لاطائل جھگڑوں میں پڑکر اپنے عزیز اوقات کو بیکار کھونا پسند نہیں کرتے علمائے شریعت بھی ایسے متنازع امور میں توجہ کم کرتے ہیں اسلئے کہ نسب کی تحقیق دلایل شرعی سے نہیں ہوسکتی۔ اس کے لئے خاص معلومات کی ضرورت ہے اگر شریعت تحقیق نسب میں کچھ امداد پہونچاسکتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا نسب عدنان سے اوپر کو اختلافی مسئلہ نہ ہوتا خصوصًا اکابر اسلام جو اہل کشف ہوتے ہیں وہ حسب و نسب کو نہایت ہی بے وقعت وحقیر سمجھتے ہیں اسلئے کہ یہہ ظاہر پرست اہل دنیا کا شیوہ ہے کہ اپنے اعمال سے بے خبر ہوکر اسلاف کے کمالات پر فخر و ناز کرتے ہیں جو اُن کو کچھ بھی

فائدہ نہیں دے سکتا اہل طریقت اس بات کو نہیں دیکھتے کہ باپ و دادا کون تھا اور کیسا تھا بلکہ اُن کی عالی نظر صرف اس طرف ہوتی ہے کہ پیر طریقت کون ہے اور کیسا ہے چنانچہ یہ شعر اس حال کا شاہد ہے ؎

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلان ابن فلان چیزے نیست

لہذا اگر جناب قدس سرہٗ کی اولاد امجاد میں جو حضرات اہل باطن ہوئے اور اُنھوں نے اس طرف توجہ نہ کی تو اُن حضرات پر کیا الزام عاید ہو سکتا ہے اگر الزام ہے تو اُن حضرات پر ہے جو علم واطلاع پانے کے بعد بھی امر غیر واقع پر قائم رہیں علاوہ ازیں چونکہ کشف اور الہام منشاء ایزدی کے تابع رہتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام دونوں کے اختیار سے باہر ہیں۔ لہذا کسی نبی یا ولی کا کسی حالت یا واقعہ سے بے خبر رہنا اُس کی نبوت یا ولایت میں کوئی نقصان یا اعتراض نہیں پیدا کر سکتا چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو جب حضرت یوسف علیہ السلام کے ہلاکت کی خبر ملی۔ تو آپ کو بے حد ملال ہوا اور اس قدر گریہ و زاری کی کہ آپ کی بصارت میں نقصان آگیا تھا لیکن درحقیقت آپ کا خوش جمال پسر چاہ کنعان میں محفوظ تھا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہم السلام کا اس واقعہ سے بے خبر رہنا کہ وہ بفضلہ ہر قسم کے صدمہ سے محفوظ ہے آپ کی شرافت نبوت میں کوئی نقصان نہیں پیدا کر سکتا۔

اسی طرح اولیاء کرام کا کسی واقع سے بے خبر رہنا اُن کی ولایت وکرامت کا منافی نہیں ہو سکتا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس قدر عرصہ بعید تک یہ معاملہ کیوں پردۂ اخفا میں رہتا اس کا جواب یہہ ہے کہ یہہ معاملہ بخوف دشمنان عرصہ بعید تک صیغہ راز میں رہا۔ جیسا کہ اوپر مفصل بیان کیا گیا ہے اور اُسی صورت میں مورخین نے نقل کر لیا لہذا بلاصحت مشہور ہو گیا اور چونکہ بلاصحت مشہور رہا تھا لہذا ہر زمانہ میں جن مورخین نے سلسلہ کی جانچ کی اور غلط ثابت ہوا تو اُن مورخین نے اپنے اپنے قیاس کی بموجب نسب نامہ کی ترتیب کو صحیح کرنے کی کوشش کی اسی وجہ سے اکثر نسب نامے اس خاندان کے ایک دوسرے سے مختلف ہیں مورخین کی غلطی کو پکڑنا کام تھا اہل خاندان کا اور اہل خاندان میں جو حضرات اہل باطن ہوئے۔ اُن کا فلاں ابن فلاں میں مصروف ہونا

اُن کے طریقے کے خلاف تھا اب باقی رہے اہل ظاہر اُن میں سے کسی نے اس طرف توجہ نہ کی بلکہ تواریخ کا مطالعہ کرکے جو باتیں سینہ بسینہ نسب ناموں میں چلی آتی تھی وہ بھی کھو بیٹھے اور اہل خاندان کی عدم توجہی تو اب تک بدستور موجود ہے کہ مولف ہذا نے ایک سال پیشتر اشاعت کتاب ہذا سے عام اشتہار کے ذریعہ سے اہل خاندان کو مطلع کیا اور استدعا کی کہ جناب قدس سرہٗ کے نسب کے متعلق جو کچھ معلومات حاصل ہو اُس سے اس عاجز کو مطلع کریں اور جب اس سے بھی کام نہ چلا تو اخباروں کے ذریعہ سے مضامین پیش کئے گئے۔ اگرچہ اس خاندان عالیہ کے افراد کی تعداد ہزاروں سے اوپر آچکی ہے مگر اس وقت تک سوائے بعض حضرات کے قصبہ شیخوپور ضلع بدایوں جنکے نام نامی ابتدائے رسالہ ہذا میں مذکور ہیں اور جناب مخدوم مکرم مولانا امام علی شاہ صاحب ساکن پاکپتن شریف بارگاہ مسعودی کے اور کسی صاحب نے توجہ نہ فرمائی اگر اس خاندان عالیہ میں سے فیصدی ایک بلکہ فی ہزار ایک بھی حضرات اس طرف متوجہ ہوتے تو فی الواقع یہہ معاملہ اس قدر بعید عرصہ تک پردۂ اخفا میں نہ رہتا۔

تیسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ میری اُمت کا اجماع گمراہی و غلطی پر نہ ہوگا اور جناب قدس سرہ کی فاروقیت جدی کو بالعموم ایک زمانہ مانے ہوئے ہے جس میں علما و جہلا سب شامل ہیں لہذا یہ سیادت خلاف اجماع ہے اگر تسلیم کرلیا جائے تو بطلان حدیث لازم آتا ہے یہ اعتراض محض خلاف واقع اور بے محل ہے اس لئے کہ حضور کا یہ ارشاد صرف امور شرعیہ کے لئے ہے نہ کہ ایسے امور کے لئے جن کا اثبات و نفی بدلائل شرعی ثابت ہونا ناممکن ہے علاوہ ازیں اجماع امت ہے کہاں اس معاملہ میں اجماع و تواتر کا ثابت کرنا اُسی قدر مشکل ہے جیساکہ اس خاندان کے سلسلہ جدی میں فاروقیت کا ثابت کرنا مشکل ہے وجہ یہہ ہے کہ اس سلسلہ کے جد اعلےٰ میں خواجہ ابراہیم ابن ادہم جن کے نسب کے متعلق خود محدثین ہی باہم مختلف ہیں بعض محدثین ان کو عجلی بتلاتے ہیں اور بعض تمیمی اور بعض محدثین ابراہیم ابن ادہم کا ایک ہی وجود قائم کرتے ہیں اور بعض متعدد۔ محدثین جن کا کلام بعد صحابہ کرام کے تمام کلاموں پر فائق ہے وہ ابراہیم کے نسب کے متعلق فاروقیت کا کہیں ذکر بھی نہیں کرتے علمائے نسب و علماء تواریخ باہم مختلف ہیں جیساکہ بیانات سابقہ

کے مطالعہ سے ثابت ہے علمائے شریعت اس قسم کے نزاعات سے بے تعلق ہیں علمائے تصوف فلاں ابن فلاں سے پرہیز کرتے ہیں۔ پھر یہ اجماع ہے کس گروہ میں۔ اس قدر کثیر اختلافات کے ہوتے ہوئے اس کو اجماع کہنا سخت غلطی ہے۔

نقل مطابق اصل بعض خطوط جو مولف ہذا کی تحقیق کے خلاف ہیں بجواب اشتہارات مولف کو وصول ہوئے

پہلا خط مخدوم مکرم مولوی منظور حسن صاحب ساکن شیخوپور ضلع بدایوں

مہربان من السلام علیکم۔ جناب کا اشتہار نسب کی تصحیح میں نسبت حضرت شیخ فرید الملت گنج شکر قدس سرہٗ میری نظر سے گذرا اپنے حضرت کے نسب میں حضرت ابراہیم ابن ادہم کا حضرت خلیفہ دویم کے ذریعہ داخل ہونا غلط تحریر کیا ہے نیز آگے چلکر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح نسب شیخ کا حضرت ابراہیم بن ادہم کے ذریعہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ مجھے ان ہر دو سلسلوں کی نسبت حسب ذیل عرض کرنا ہے۔ ہمارے ہاں جو خاندانی نسب نامہ ہے اُس میں کسی جگہ حضرت ابراہیم بن ادہم کا حضرت شیخ کے اجداد میں ذکر نہیں کیا ہے جہاں تک میں خیال کرتا ہوں جو حضرات شیخ کے اجداد میں حضرت ابراہیم بن ادہم کو داخل کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ آپ کے اجداد میں جو ابراہیم ہیں اُن کے دادا کا نام ناصر الدین ابن حضرت عبداللہ ہے حضرت شیخ کا سلسلہ نسب خلیفہ دویم سے بذریعہ شیخ ابراہیم بن ناصر الدین صحیح ہے اور یہ ہے سلسلہ نسب کتاب جواہر فریدی تصنیف شیخ علی اصغر و انوار الثقلین مصنفہ نواب

کشور خان میں درج ہے نہ آج تک کسی فریدی نے سید ہونے کا دعویٰ کیا ہے نہ حضرت کا سلسلہ نسب
والد کی طرف سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے شیخ کی والدہ کا سلسلہ نسب ضرور حضرت
علی رضی اللہ عنہ تک حضور امام رض کے ذریعہ سے پہونچتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم کی نسبت
ہماری کتب میں حضرت شیخ کے اجداد میں ہونا تحریر نہیں ہے بلکہ اس سلسلہ نسب کو جو حضرت ابراہیم
بن ادہم کے ذریعہ سے حضرت خلیفہ دوم رض تک پہونچتا ہے۔ غلط تحریر کیا ہے نیز انہی روایات
کی رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ حضرت ابراہیم بن ادہم کا سلسلہ نسب نہ حضرت خلیفہ دوم سے
ملتا ہے نہ حضرت امام حسین رض سے بلکہ حضرت ابراہیم بن ادہم یہودی النسل تھے۔ وہ کوئی اور ابراہیم
ہوں گے جن کا سلسلہ نسب حضرت امام حسین رض سے ملتا ہے حضرت شیخ کا سلسلہ نسب یہ ہے

حضرت شیخ فرید الملت والدین حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر بن شیخ جمال الدین سلیمان
بن حضرت شیخ شعیب بن حضرت شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ محمد بن شیخ شہاب الدین
بن شیخ احمد معروف بہ فرخ شاہ کابل بن نصیر الدین بن حضرت سلطان محمود معروف بہ
شہنشاہ بن شیخ سامان بن سلطان مسعود شاہ بن شیخ عبداللہ بن شیخ واعظ اصغر
بن شیخ واعظ اکبر بن شیخ ابوالفتح کامخ بن شیخ اسحاق بن شیخ ابراہیم بن شیخ ناصر الدین
بن حضرت عبداللہ بن حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب خلیفہ دویم۔ اگر زیادہ
صحت کی ضرورت ہو تو کتاب المعارف حصہ دویم ملاحظہ فرمائیے۔

زیادہ والسلام

نیازمند
منظور حسن فریدی

شیخوپور بدایوں۔

خط مذکور بالا کا جواب مشتمل بر چند اعتراضات مؤلف

نے دیا۔ جس کے جواب میں ایک کارڈ مسطورہ ذیل صادر ہوا

ھوھذا

نوازش فرمائے بندہ۔ تسلیم۔ آپ کا خط میری عدم موجودگی میں مکان پر پہونچا اس لئے جواب میں دیر ہوئی۔ کتاب المعارف نہ میرے پاس ہے اور نہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ میرے پاس جو کتاب ہے اس میں حوالہ دیا ہوا ہے نیز مجھے خیال ہے کہ مولانا شبلی نے الفاروق میں بھی کسی جگہ ذکر کیا ہے مگر مجھے کسی جگہ کتاب المعارف کا پتہ چل گیا تو آپ کو مطلع کروں گا۔ نسب نامہ پر جو آپ نے اعتراضات لکھے ہیں اس کی صحت کی کوشش میں ہوں۔ فتح پور سیکری ضلع آگرہ و سجادہ نشین صاحب پاکپتن شریف کو میں نے لکھا ہے اور خود بھی پرانے خاندانی حالات کی تلاش میں ہوں جس وقت مجھے اس کے علاوہ جو آپ کو بیشتر تحریر کر چکا ہوں معلوم ہوں گے فوراً آپ کو مطلع کروں گا میں آپ کی یاد آوری کا مشکور ہوں۔ اور اس سعی کی مبارک باد دیتا ہوں۔

منظور حسن فریدی

نقل مطابق اصل بعض خطوط جو اس تحقیقات کی تائید میں مؤلف کو وصول ہوئے

خط مذکورہ بالا کے بعد تیسرا خط میرے عریضہ کے جواب میں وصول ہوا

کرم فرمائے بندہ زاد نوازشکم سلام مسنون۔ جناب کا خط پہونچا حالات معلوم ہوئے میں نے

انساب کے متعلق جو کچھ تحقیقات کی اس کا وہی نتیجہ نکلا جو بیشتر آپ کو تحریر کر چکا ہوں پاکپتن شریف و فتحپور سیکری سے مجھے کوئی جواب نہ ملا میں نے فتحپور سیکری کے شیخ غلام محی الدین صاحب پیرزادہ کو لکھا تھا لیکن ایک اتفاقیہ ملاقات کے موقعہ پر پیرزادہ صاحب نے بیان فرمایا کہ ہمارے ہاں جو خاندانی کتاب ہے اس میں حضرت فرید الملت کے اجداد میں حضرت ابراہیم ابن ادہم ناصر شاہ بلخ شامل نہیں ہیں مگر ناصر کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ سے سلسلہ ملا دیا گیا ہے جہاں تک معلوم ہوا ہر جگہ ناصر ہے اور سلسلہ غلط معلوم ہوتا ہے مجھے اب بھی تلاش ہے اگر اس کے علاوہ کچھ معلومات بہم پہونچی تو اطلاع دوں گا۔

از شیخوپور ضلع بدایوں

نیاز مند
منظور حسن فریدی

نحمدہ و نصلی

جناب شاہ صاحب۔ آپکے اشتہارات بھائی فضل احمد صاحب کے بھیجے ہوئے پہونچے اور وہ تقسیم کر دئے گئے اس کا ثبوت آپ کو دینا ہوگا صرف ثبوت یہ دیکھنا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی جو مورث اعلےٰ جناب باباصاحب کے ہیں کیا وہ فاروقی ہیں یا حسینی۔ تحقیق طلب یہ امر ہے کہ حضرت ابن ادہم کیا وہی ابن ادہم ہیں جو کہ بادشاہ ہوئے ہیں اور پھر بادشاہی چھوڑ کر فقیر ہوئے اور شاہ فضل سے خلافت خاندان چشتیہ کی پائی۔ اگر آپ وہی ہیں تو وہ فاروقی ہیں یا حسینی ممکن ہے کہ حسینی ہوں۔

از پاکپتن شریف

مرسلہ
امام علی شاہ

خط مذکورہ پر چونکہ نام راقم کا صاف لکھا ہوا نہیں تھا پڑھنے میں نہیں آیا اس لئے مولف اس کے جواب میں قاصر رہا۔

کچھ عرصہ کے بعد دوسرا خط وصول ہوا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے

از پاک پتن شریف!

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ۔ معظم مکرم حضرت شاہ صاحب سید رشید احمد صاحب اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ ایک عرصہ ہوا کہ میں نے ایک کارڈ خدمت والا میں بھیجا تھا جس کا جواب آپ نے نہیں دیا۔ اخی مکرم بابو فضل احمد نے آپ کے اشتہارات نسبت تحقیق نسب حضرت جناب باباصاحب قدس سرہٗ میرے نام یہاں بھیجے تھے جو سب تقسیم ہو گئے تھے کتب کے ذریعہ سے آپ نے جو یہ مسئلہ نکالا ہے یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ پہلے بھی کئی مرتبہ حل ہوتا رہا ہے۔ مجھے جہاں تک معلوم ہے خدا جانے اس سے آگے بھی ہوا ہوگا مگر حضرت جناب باباصاحب قبلہ کے متولی حضرت شاہ علاءالدین موج دریا صابر ثانی کے وقت میں جب کہ ابن بطوطہ سیاح یہاں پاکپتن شریف میں آیا تھا اور اس نے شجرۂ نسب دیکھا تو اس نے بھی اعتراض کیا کہ حضرت باباصاحب کو اگر ادہمی مانا جاوے تو جناب ممدوح فاروقی نہیں اور اگر فاروقی خیال کیا جاوے تو حضرت ادہمی کسی صورت سے نہیں ہو سکتے چونکہ فقرا میں نسب کے متعلق چنداں خیال نہیں کیا جاتا۔ اس واسطے اُس وقت کسی نے اس طرف خیال نہیں کیا۔ اُس نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت باباصاحب قدس سرہٗ فاروقی نہیں ہیں۔ جس پر آجکل پیرزادہ محمد حسین صاحب نے حاشیہ لکھا ہے۔ کہ واقعی حضرت ممدوح فاروقی نہیں ہیں۔ جو صاحب صحیح شجرہ لکھیں گے اس کا اندراج کیا جاوے گا۔ اس کے بعد کہیں کہیں یہ مسئلہ صاف ہو گیا۔ اور کہیں کہیں جہاں پر کوئی خیال نہ کیا گیا وہاں نہ صاف ہوا۔ مثلاً یہاں پاک پتن شریف میں چونکہ کسی نے خیال نہیں کیا۔ اس واسطے یہ مسئلہ صاف نہیں ہوا۔ میرے پاس دربھنگہ سے خط آیا ہے۔ کہ جس میں اُنہوں نے لکھا ہے۔ کہ پھلواری شریف

ضلع پٹنہ میں اولا د فریدیہ ہے اور وہ سید کہلاتے ہیں۔ بہت عرصہ ہوا کہ وہاں یہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ اور بعض بعض مقامات میں اولاد فریدیہ کا جمعبندی میں اندراج سید کا ہے مگر یہاں پر جمعبندی میں اندراج چشتی کا ہے۔ مگر دل مانتا ہے کہ حضرت ضرور حسینی ہیں۔ کیونکہ بیس۲۰ پچیس۲۵ برس کا عرصہ ہوا کہ میرے تایا صاحب پیر محمد حسین شاہ صاحب نے جب حضرت کے حالات میں ایک کتاب موسومہ اسرار عترت فریدی لکھی تو ہمارے اس ضلع میں ایک سید ہیں جن کا نام حسن علی ہے۔ اور وہ مذہب شیعہ رکھتے ہیں۔ اُنہوں نے اس کا رد کیا۔ اور کہا کہ حضرت بابا صاحب فاروقی نہیں ہیں مگر یہ نہیں بتایا کہ غلطی کیوں واقعہ ہوئی۔ جب آپ کے اشتہارات پہونچے۔ اور وہ اشتہارات اُس کو دکھلائے گئے تب اُس نے مانا کہ اب یہ شجرہ نسب حضرت بابا صاحب کا صحیح و درست ہے فقط والسّلام

بندہ امام علی شاہ فریدی۔ درگاہ بابا صاحب
مسعود العالمین گنجشکر قدس سرہٗ

بعد اس کے ایک اور خط مولف کے خط کے جواب میں آیا۔ وہ یہہ ہے :-

معظم مکرم حضرت شاہ صاحب سید رشید احمد صاحب۔ السّلام علیکم۔ خط آپ کا آیا۔ میں آپ کی تحریر کی تائید کرتا ہوں میں نے مقام دربھنگہ میں پھلواری شریف کی نسبت لکھا ہوا ہے۔ جواب آنے پر انشاء اللہ مفصل لکھوں گا۔ اور انشاء اللہ میرا ارادہ بھنگہ کو جانے کا ہے اگر چلا گیا تو اچھی طرح سے ان حالات کی نسبت دریافت کروں گا۔ حضرت کے نسب کے متعلق بہت گڑبڑ ہوتی چلی گئی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ نے بذریعہ کتب نکالی ہے کہیں کہیں اولاد فریدیہ کی ذات سید درج ہے اور کہیں کہیں قریشی فاروقی اور کہیں صرف چشتی اور کہیں پر صرف شیخ۔ سفرنامہ ابن بطوطا کو آپ ملاحظہ فرماویں۔ اُس میں ابن بطوطا نے صاف لکھا ہے۔ کہ جب وہ اجودھن میں آیا تو اس وقت حضرت کے پوتے حضرت شاہ علاؤالدین موج دریا صابر ثانی جو سجادہ نشین تھے اُن سے ابن بطوطا نے حضرت بابا صاحب کا شجرہ نسب طلب کیا۔ جو اُس وقت اُس نے شجرہ دیکھا تو یہہ ہی فاروقی شجرہ تھا۔ جس پر اس نے اعتراض کیا کہ یہ شجرہ نسب غلط ہے کیونکہ حضرت ابراہیم ادہم کوئی بھی فاروقی نہیں ہیں :

اگر باباصاحب کو فاروقی مانا جاوے تو ادھمی نہیں ہوسکتے اور اگر ادہمی مانا جاوے۔ تو فاروقی نہیں ہوسکتے۔ اس کا جواب اس کو کچھ نہ ملا۔ کیونکہ فقرا میں چنداں ذات صفات کو نہیں لیا جاتا۔ اسی سفرنامہ ابن بطوطا پر پیرزادہ محمد حسین صاحب نے حاشیہ لکھا ہے کہ واقعی جناب باباصاحب فاروقی نہیں ہیں۔ بیں انشاءاللہ پیرزادہ محمد حسین صاحب کی خدمت میں معہ اشتہار خط بھیجوں گا اور جواب آنے پر عرض کروں گا۔ مگر اشتہار سب ختم ہو چکے ہیں۔ فرقہ علمار نے اس بات کو تسلیم کرلیا ہے۔ اور جس آدمی نے آپ کے اشتہار کو دیکھا اس نے مان لیا کیا اچھا ہو کہ کتاب چھپ جاوے۔ اور حضرت باباصاحب قدس سرہٗ کے عرس کے موقعہ پر آپ یہاں تشریف لادیں اور شہرت دی جاوے۔ فقط

از پاک پتن شریف۔

بندہ

امام علی شاہ فریدی

اکتوبر ۱۴ سنہ ۱۹ع کو جبکہ اعلان ہذا زیر طبع تھا

ایک خط مرسلہ سید انور علی شاہ مجھ کو ملا جسکو ذیل میں درج

کیا جاتا ہے

رشید احمد صاحب زاد عنایتکم۔ صورت احوال یہ ہے کہ آپ نے ایک اشتہار سنہ ۱۳۳۳ھ میں قصبہ امروہہ سے مشتہر کیا ہے جس کا احوال آپ پر روشن ہے۔ آپ نے اشتہار لینے کی سطر سات میں احوال ابراہیم ابن ادہم کو اس طرح لکھا ہے ابراہیم بن ادہم بن ابو ناصر ہاشم بن عبداللہ بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام علی زین العابدین بن حضرت امام حسین اور یہ بھی لکھا ہے۔ سطر آخر اشتہار میں آپ نے کہ حضرات محققین اپنی تحقیق کے نتیجہ سے مشتہر کو مطلع فرماکر شکرگذاری کا موقع دیں گے۔ بندہ احقر ملتمس بجند التماس ہے۔

پہلا التماس:۔ بابا فرید الدین گنجشکر قدس سرہ العزیز قطب الاقطاب روزگار تھے اور فدوی ان کے کشف وکرامات کا منکر نہیں ہے۔

دُوسرا التماس:۔ دیکھو کتب قدیم تاریخ کامل ابن اثیر اور ذیل ابن خلکان اور عجائب الاسفار شیخ ابن بطوطہ کا سفر نامہ جسکو خان صاحب مولوی محمد حسین ایم۔ اے۔ ڈسٹرکٹ جج فیروزپور فیلو پنجاب یونیورسٹی نے عربی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ عجائب الاسفار مذکورہ بالا کے صفحہ ۳۰ سطر ۲۷ اس طرح لکھا ہے۔ ابراہیم بن ادہم بن منصور زاہد نے وفات پائی آپ کی پیدائش بلخ میں ہوئی تھی لیکن آپ نے شام میں وطن اختیار کیا تھا آپ قبیلہ بکر بن وایل سے تھے اور ابو سائم بستی نے آپ کا ذکر لکھا ہے۔ ذیل ابن خلکان کے مصنف نے آپ کا نسب اس طرح دیا ہے۔ ابراہیم بن ادہم بن منصور بن یزید بن جابر عجلی۔ عجل ایک شاخ ہے بکر بن وایل کے تھی اور اسلام کی دسویں کتاب ملقب بہ تاریخ لب لباب تصنیف مولوی رحیم بخش لاہوری نے کتاب مذکور کے صفحہ ۹۶ سطر ۱۶ پر اس طرح لکھا ہے۔ کہ مہدی محمد بن منصور خلیفہ سوم عباسیوں سے تھا۔ ۱۲۷ہجری میں پیدا ہوا۔ اور ۱۶۹ہجری میں فوت ہوا۔ اس کے عہد میں سفیان ثوری اور ابراہیم بن ادہم فوت ہوئے۔ اور تاریخ الخلفا ملا جلال الدین سیوطی میں ملا جلال الدین نے لکھا ہے۔ کہ ابراہیم بن ادہم زاہد خلیفہ مہدی محمد بن منصور کے زمانہ میں فوت ہوئے بس کتب متقدمین نے ابراہیم بن ادہم کو قوم عجلی سے بتایا ہے اور آپ نے ابراہیم بن ادہم کو اولاد امام حسین علیہ السلام میں داخل کر دیا۔

تیسرا التماس۔ بابا فرید الدین گنجشکر علیہ الرحمتہ بڑے کامل اور سادات کے تابعدار تھے۔ جو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمتہ کے مرید تھے۔ اور اپنا ہمشیرہ صاحبہ اور دو دختران کو سیدات یعنے علی احمد صابر ہمشیرہ زادے اپنے کے والد کے ساتھ منسوب کیا اور دوسری لڑکی سید بدرالدین پاک پٹنی سے نکاح کیا اور اولاد اُن کی عجلی سے فاروقی بنی اب کتب خاندان چشتیہ کی نقل پیش کرتا ہوں۔ سیر الاقطاب کے صفحہ ۱۶۳ سطر ۶ دیکھو شجرہ نسب بابا فرید الدینؒ کا جو ابراہیم بن ادہم کو لکھا ہی نہیں۔ حالانکہ مصنف اس کا چشتی ہے اور اس طرح لکھا ہے۔ فرید الدین گنجشکر مسعود بن سلیمان بن شعیب بن محمد احمد بن یوسف بن شہاب الدین

بن فخر الدین بن سلیمان بن مسعود بن عبد اللہ بن ابو الفتح بن اسحاق بن ناصر بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ اور راحت القلوب کے صفحہ ۱۳۲ سطر ۷ پر لکھا ہے۔ نام آپ کا مسعود بن سلیمان ہے آپ قوم سے شیخ فاروقی یعنے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ کہ سلسلہ نسبی آپ کا سترہ واسطوں سے حضرت عمر فاروقؓ تک پہونچتا ہے۔ اور کتاب جواہر فریدی اصغر علی چشتی کے صفحہ ۱۷۸ سطر ۱۷ اور گلزار فریدی محمد حسین چشتی پاکپٹنی کے صفحہ ۴ سطر ۷ اور حدیقۃ الاولیا غلام سرور لاہوری کے صفحہ ۳۲ سطر ۱۰ اور خزینۃ الاصفیا کے صفحہ ۲۸۷ سطر ۱۷ ان ہر چہار کتب مذکورہ بالا میں شجرہ نسب بابا فرید الدین کا اس طرح لکھا ہے۔ بابا فرید الدین بن جمال الدین لقب سلیمان بن شعیب بن احمد بن یوسف بن محمد بن شہاب الدین بن شاہ احمد بن نصیر الدین بن محمود شاہ بن سلمان شاہ بن مسعود شاہ بن عبد اللہ بن واعظ اصغر بن واعظ اکبر بن ابو الفتح بن اسحاق بن ابراہیم بن ادہم بن سلیمان بن منصور بن ناصر بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ اور اسرار عترت فریدی محمد حسین مذکور کے صفحہ ۴۹ اور آئینہ تصوف محمد حسین رامپوری کے صفحہ ۵۶۴ سطر ۱۴۔ ان ہر دو کتب مذکورہ بالا میں شجرہ نسب بابا فرید کا اس طرح لکھا ہے۔ شیخ فرید الدین بن جمال الدین بن شعیب بن احمد بن یوسف بن محمد اکبر بن احمد یوسف بن شہاب الدین بن نصیر الدین بن محمود بن عبد اللہ بن مسعود بن واعظ اصغر بن واعظ اکبر بن ابو الفتح بن اسحاق بن ابراہیم بن ادہم بن منصور بن برہان شاہ بن بدیع الدین بن منصور بن ابو المجاہد بن ابو القاسم بن ابو الحسن بن ناصر شاہ بن عبد اللہ رالیف بن محمد باقر بن عمر رضی اللہ عنہ اور جواہر فریدی اور گلزار فریدی اور سیر الاقطاب اور حدیقۃ الاولیا اور خزینۃ الاصفیا ان پانچ کتب مذکورہ بالا میں تو لکھا ہے ناصر بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور اسرار عترت فریدی میں ناصر بن عبد اللہ رالیف بن عبد اللہ محمد باقر عرف زید بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور آئینہ تصوف میں ناصر بن عبد اللہ رالیف بن محمد باقر بن عمر رضی اللہ عنہ اور آپ نے ابراہیم بن ادہم بن ابو ناصر ہاشم بن عبد اللہ بن حضرت امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین لکھا ہے پس دیکھو عمدۃ الطالب کا صفحہ ۱۳۱ سطر ۹ والعقب من ابی عبد اللہ جعفر الصادق وحدہٗ یعنے امام جعفر صادق بن امام محمد باقر کی

اولاد ہے ماسوا اس کے اور کسی لڑکے امام محمد باقر کے اولاد نہیں ہے اور معارف ابن قتیبہ کے صفحہ ۱۳
سطر ۲ پر لکھا ہے واما عبد اللہ بن محمد فھو الملقب بدقدق ومات
بالمدینۃ ولاعقب۔ اور عبد اللہ بن محمد پس وہ لقب کیا گیا ہے ساتھ دقدق کے
اور وفات پائی امام محمد باقر نے مدینہ شریف میں اور نہیں اُس کے اولاد پس اب خیال کرو کہ ایک
بابا فرید تھے۔ کیونکہ شجرہ نسب ان کا خراب کر دیا ہے ایک مصنف نے دوسرے کے خلاف لکھا
ہے خدا جانے کیوں غلط کر دیا اور آپ نے تو تمام کتب کے برخلاف سید اولاد علی بن ابیطالب
میں داخل کر دیا پس سیر الاقطاب میں بابا فرید سے عمرؓ تک پندرہ نام لکھے ہیں اور ابراہیم
اور ادہم کو خارج نسب بابا فرید سے کیا ہے اور حالانکہ مصنف اس کا چشتی ہے اور یہہ کتاب
ہے قدیم سنہ ۱۰۴۳ ہجری میں تصنیف ہوئی ہے۔ اور راحت القلوب یہ بھی کتاب قدیم ہے اس میں
بابا فرید سے عمر رضی اللہ عنہ تک سترہ نام لکھے ہیں اس مصنف نے دو باپ بابا فرید کے بڑھا
دئے یعنے پندرہ سے سترہ بنا دئے۔ اور حدیقۃ الاولیا میں تیئیس نام بابا فرید سے عمر رضی اللہ
عنہ تک لکھے ہیں اس مصنف نے آٹھ باپ بابا فرید کے اور بڑھا دئے۔ اور جواہر فریدی اور
گلزار فریدی میں بابا فرید سے عمر رضی اللہ عنہ تک چوبیس نام لکھے ہیں پس ان مصنفوں نے
بابا فرید کے نو باپ بڑھا دئے۔ یعنے پندرہ سے ۲۴ بنا دئے۔ اور اسرار عترت فریدی اور
آئینہ تصوف میں بابا فرید سے عمر رضی اللہ عنہ تک اُنتیس ۲۹ نام لکھے ہیں۔ چودہ باپ بابا
فرید کے اور بڑھائے۔ اور اب آپ نے ایک نیا خاندان بنا کر بابا فرید کو سیدات میں داخل
کیا۔ خواہ مخواہ رسوائی کے بغیر کوئی فایدہ معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ قیامت میں روسیاہی ہے بقول
سرورِ عالم۔ من انتسب الی غیر ابیہ او غیر موالیہ فعلیہ لعنت اللہ والملئکۃ
والناس اجمعین۔

چوتھا التماس۔ آپ نے اشتہار اپنے میں لکھا ہے کہ ملاحظہ ہوں کتب معارف
ابن قتیبہ و احتساب الانساب و کنز الانساب۔ سو فدوی نے ہرچند کوشش کی اور معارف قتیبہ کو
اول سے آخر تک دیکھا۔ ابراہیم بن ادہم کا کوئی احوال معلوم نہیں ہوا۔ اور نسب نامہ صوبہ بہار
اور احتساب الانساب اور کنز الانساب بہت شہروں میں دریافت کیا مگر ان کا کوئی پتہ نہ ملا

ان کتب مذکورہ بالا کا پتہ بتاویں یا اپنے پاس سے ارسال فرماویں بعد پہونچنے کتب مذکورہ کے قیمت کتب ارسال خدمت کروں گا۔

چھٹا التماس۔ آپ نے لکھا ہے اپنے اشتہار میں کہ ابراہیم بن ادہم چند ہوئے ہیں ان میں سے کسی کا سلسلہ نسب حضرت فاروق اعظمؓ تک نہیں پہونچتا۔ آپ خیال فرماؤ کہ کتب قدیم میں بابا فریدگنجشکرؒ کو عجلی تحریر کیا ہے اور کتب جدید میں عمر بن الخطاب کی اولاد لکھا ہے۔ دیکھو مذکورہ بالا۔ اور آپ نے اولاد امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بابا فریدالدین گنجشکرؒ کو ملا دیا بتاؤ اگر آپ پر جبریل آتا ہے تو آپ کے لکھے پر عمل کریں گے اب تو خدا بنتا رہتا ہے اور یہ بھی بندہ نے کوشش بہت کی کہ کوئی دوسرا ابراہیم بن ادہم معلوم نہیں ہوا۔

التماس ساتواں:۔ اور یہ بھی آپ نے اپنے اشتہار کی سطر ۹ میں لکھا ہے اگرچہ جد مادری حضرت ابراہیم ادہم کے عبداللہ بن عمر بن عاصم بن امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے، یہ تحریر آپ کی مخالف کتب مذکورہ بالا کے ہے۔ اور معارف ابن قتیبہ کا آپ نے فتویٰ دیا ہے۔ اس معارف قتیبہ کے صفحہ ۷۲ سطر ۱۰ پر یہہ عبارت لکھی ہے واما حفص بن عاصم فولد عمر وام عاصم وولد عمر بن حفص عبیداللہ بن عمر العمری۔ پس اس عبارت میں نہ تو ابراہیم بن ادہم کا ذکر ہے اور نہ جد مادری بابا فریدالدین کا ذکر ہے۔ اور کتاب اسماء الرجال کے صفحہ ۸۹ پر لکھا ہے عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بس اس مصنف نے بھی ابراہیم بن ادہم کا کوئی احوال تحریر نہیں کیا۔ اور نہ بابا فرید گنجشکر کا بس جس کتاب میں یہہ احوال درج ہے ارسال فرماویں یا پتہ مطبع تحریر کریں بندہ منگا سکتا ہے۔ اور کتاب تذکرۃ الاولیا کے صفحہ ۶۰ سطر ۱۲ پر شیخ فریدالدین عطار لکھتے ہیں۔ ابراہیم بن ادہم چودہ سال کے تھے جب گھر چھوڑ کر مکہ شریف میں گئے تھے ایک معصوم لڑکا چھوڑ گئے تھے۔ جب جوان ہوا اپنی مائی سے دریافت کیا حال اپنے باپ کا مائی نے جواب دیا تیرا باپ مکہ شریف میں ہے لڑکے نے اپنی مائی صاحبہ اور چار ہزار مردمان کو ہمراہ لیکر مکہ شریف جا پہونچا۔ اور ابراہیم کا پتہ پوچھا ایک درویش نے کہا آؤ میں تجھ کو دکھاؤں جب ابراہیم کے پاس لڑکا پہونچا۔ مائی صاحبہ نے کہا یہ باپ تیرا ہے لڑکے نے باپ کو سلام کیا اور ابراہیم نے لڑکے کو بغل میں لیکر پیار کیا۔ آواز آیا غیب سے اے ابراہیم میری دوستی

چھوڑ کر لڑکے اور عورت اپنی کی دوستی میں مشغول ہیا تو اس وقت دعا مانگی کہ اے رب میرے مجکو مار یا اس لڑکے کو۔ لڑکا اسی وقت فوت ہو گیا۔ پس اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابراہیم بن ادہم کا نسل ختم ہو گیا۔ اور کوئی اس کی اولاد سے نہیں۔

پس کس طرح بابا فرید گنجشکر کو ابراہیم ادہم کی اولاد سے بنا دیا ہے۔ پس مصنف جواہر فریدی اور نکاز فریدی اور اسرار عترت فریدی اور آئینہ تصوف اور تذکرۃ الاولیا اور حدیقۃ الاولیا وغیرہ کے چشتی ہیں اور کرامت کا دعوی کرتے تھے۔ اور ایک بابا فریدؒ کے نسب کو اپنے اپنے خیال سے خراب کر دیا فدوی امیدوار ہے کہ جواب سے محروم نہ فرما دیں اور تاخیر نہ کریں۔

الراقم۔ احقر سید انور علی شاہ
از پانہ مہار۔ ڈاک خانہ بصیر پور، ضلع منٹگمری۔

جواب از مؤلف اعلان ہذا

جناب من تسلیم!

آپ کا خط مجھ کو ملا۔ اور کاشف حالات ہوا۔ آپ کی توجہ فرمائی کا میں مشکور ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ جناب نے اعتراضات قائم کرنے میں بہت زیادہ محنت و توجہ فرمائی ہے افسوس صرف اسی قدر ہے کہ آپ نے اپنی تحقیق کا کوئی نتیجہ نہیں نکالا۔ یہ تو تحریر فرمایا کہ حضرت گنجشکر کی اولاد اور مورخین نے آپ کے نسب کو بگاڑ دیا ہے مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آپ کے خیال میں حضرت بابا صاحب کس خاندان سے ہیں غالباً بعض احوال عارضی اس نتیجہ تک پہونچنے میں مزاحم ہوئے ہوں گے جو ایک مدت مدید کے بچھڑے ہوئے کو دوبارہ حدود سیادت کے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھکر طبیعت میں پیدا ہوئے۔ جناب کی تحریر کے کثیر حصے کا جواب مفصل۔۔۔ سیادت فریدی میں تحریر ہو چکا ہے۔ جو زیر طبع ہے مکرر اعادہ کی ضرورت نہیں۔ مگر جناب کے خط کا تیسرا التماس یہ ہے کہ بابا فرید الدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ بڑے کامل اور سادات کے تابعدار تھے۔ الخ میں عرض کرتا

ہوں کہ حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ ایک درویش تھے۔ اور درویش سوائے خدا تعالےٰ کے کسی کے تابعدار نہیں ہوتے حتیٰ کہ شاہان روزگار بھی درویشوں ہی کے تابعدار ہوتے ہیں۔ اور حضرت علی احمد صابر رح کے والد ماجد کی شادی آپ کی ہمشیرہ صاحبہ سے ہونا اور آپ کی صاحبزادی مسماۃ فاطمہؒ کا حضرت سید بدر الدین اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے نکاح میں آنا ایک حدی ہونے کی دلیل میں تو آسکتا ہے۔ لیکن حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے تابعدار ہونے کی دلیل میں نہیں آسکتا۔ جب تک کہ کوئی خاص طاقت زور ڈالنے والی ثابت نہ کی جاوے۔ جس سے مجبور ہو کر بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایسا کیا ہو۔

البتہ اسکے خلاف ثابت ہے کہ سید بدر الدین اسحٰق رحمتہ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب رحمتہ علیہ کے مخلص خادم تھے۔ اور خاندان سادات میں اکثر اشخاص آپ کے خادموں کے سلسلے میں داخل ہونا باعث فخر جانتے تھے۔ اور اسی التماس کے آخری حصہ میں جناب نے غصہ میں آکر ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔ اور تمام محققین سلسلہ چشتیہ کو جنہوں نے حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ نسبی میں غور کیا ہے۔ مورد لعن قرار دیا ھے حالانکہ یہ خیال نہ فرمایا کہ محققین کبھی اس حدیث کے تحت میں نہیں آسکتے۔ کیونکہ وہ طالب حق ہوتے ہیں۔ البتہ جو لوگ دانستہ وعمداً ایسا کریں۔ وہ بیشک اس سزا کے مستوجب ہیں۔ اور ساتویں التماس میں جناب فرماتے ہیں کہ کتاب تذکرۃ الاولیا کے صفحہ ۶۰ سطر ۱۲ میں فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ ابراہیم بن ادہم ۱۴ سال کے تھے۔ جب گھر چھوڑ کر مکہ شریف میں گئے تھے۔ الخ میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے تذکرۃ الاولیا کو بغور دیکھا۔ مگر فقرہ مذکور مجھکو نہیں ملا۔ البتہ حضرت ابراہیم بن ادہم کے حال میں یہ ضرور لکھا ہے کہ آپ نے ۱۴ سال میں سفر حج کعبہ طے کیا۔ اس لئے کہ آپ پا پیادہ تشریف لے گئے تھے۔ اور ہر قدم پر آپ دو رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ فقط آپ کا خط دیگر خطوط کی ذیل میں سیادت فریدی کے آخر میں درج کر دیا گیا ہے۔ عادل ناظرین مطالعہ فرما کر خود ہی نتیجہ نکال لیں گے۔ اور بعض فقرات کے جواب سے درگذر کرتا ہوں اس لئے کہ مجھکو تحقیق منظور ہے۔ مجادلہ منظور نہیں۔ والسلام۔ آپ کا نیازمند رشید احمد امروہوی۔ تمام شد۔

استغاثہ بحضور سرکارِ عالی امام العارفین سلطان الزاہدین حضرت سید بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس اللہ سرہٗ

کیوں نہ دربارِ شکر گنج میں ہو لاکھوں کا ہجوم — جب کہ پاتا ہے خوشی آ کے یہاں ہر مغموم
بدنصیبوں کا بھی کھلتا ہے اسی جا مقسوم — آ کے فریاد سناتا ہے کوئی جب مظلوم

خواجہ فریاد کو سنتے ہیں بہت شفقت سے
نعمتیں گنج شکرؒ دیتے ہیں کس رحمت سے

مجھ سا سائل جو گیا در پہ نہ خالی آیا — منہ سے جو مانگا وہی گنج شکر سے پایا
راستہ راہِ ہدا خواجہ نے ہے دکھلایا — سر پہ دائم ہو میرے گنج شکرؒ کا سایا

ایک عالم کی نگاہوں میں ہے عزت میری
کرتے ہیں خواجہ شکر گنج حمایت میری

ہے عجب صلِ علےٰ شانِ شہ گنج شکرؒ — کیوں نہ ہو خواجہ اجمیرؒ کے ہیں نورِ نظر
جھکتے ہیں در پہ ملایک پئے تعظیم مگر — کر کے اس شانِ جمالی و جلالی پہ نظر

کہہ کے العظمت للہ لرز جاتے ہیں
یا فریدؒ آ کے سنبھالو یہی چلاتے ہیں

آپ کی شان جمالی کا ہوا جبکہ ظہور — بن گیا مثلِ حرم پاکپتن بقعۂ نور
گرچہ وہ حسن حجابوں میں رہا تھا مستور — شوقِ نظارہ میں تھے جن و بشر سب مسرور

پرتوِ حسن عجب شان کا رکھتا تھا کمال
خواجہ قطبؒ کا تھا شانِ جمالی میں جمال

خواجہ قطبؒ کا ہے آپ پہ کیا لطف و کرم — خطۂ پاکپتن کی ہے زمیں باغِ ارم
خواجہ عثمانؒ کے صدقہ میں میرا دور ہو غم — مجھ گنہگار کی بھی آپ کے ہے ہاتھ شرم

پار گرداب بلا سے میری کشتی کر دو

دُرِ مقصود سے دامن میرا جلدی بھر دو

میرے مولا تیرے در پر جو بھکاری آوے — نہیں ممکن تیرے دربار سے خالی جاوے
ہاں مگر جب پہ تیرا لطف و کرم ہو جاوے — گنج قارون کو کیوں پھر وہ نظر میں لاوے

اُس کو شاہی سے فزوں تر ہے گدائی تیری
تیرے دربار میں خواجہ ہے دُہائی تیری

تو وہ ہے خلق میں ہے تیری سخاوت مشہور — زہد و تقویٰ تیرا مشہور ریاضت مشہور
آپ کے لطف و کرم سے نہیں مولا میرے دُور — سبز کر دیجے میرا نخل مراد آج ضرور

دردِ دل تیرے سوا کس کو سناؤں مولا
آج جو مانگوں تیرے در سے میں پاؤں مولا

اپنے مہجور کی سن لیجئے للہ فریاد — خواجہ اجمیر کے صدقہ میں مجھے کیجے شاد
وطن آوارہ ہوں کر اپنے کرم سے آباد — مایۂ عمر ہوا جاتا ہے ناحق برباد

غم و اندوہ سے عاجز کو رہائی دیجے
اب تو بگڑی ہوئی بندہ کی بنا ہی دیجے

در شان دربار فریدی

جب سامنے آنکھوں کے دربار فرید آیا — کی عرض میں ہو حاضر مرید آیا
للہ کرم کیجے بھٹکا میں پھرو کب تک — با حال تباہ ہے در پہ مرید آیا
جو مانگوں دے خواجہ پاؤں میں تیرے در سے — لیجے گو مراد اپنی ہے در پہ مرید آیا
اس رنج و مصیبت سے خادم کو چھڑا دیجے — چند دکھ لے کر بے حد تیرا مرید آیا

منہ مانگی مرادیں پائیں بابا شکر گنج سے — ہے اوج بلندی پہ میرا بخت سعید آیا
اے زائرو راہ دید دربار میں خواجہ کے — با حال پریشاں ہے خواجہ کا مرید آیا
پا یاؤں رہائی میں صابر کے تصدق — ہاں قید مصیبت سے چھٹنے یہ مرید آیا
فریاد میری سن کر ناتق کی صدا آئی — امداد تیری کرنے ہے بابا فرید آیا

یا خواجہ اجمیری کر جلد مدد میری
دربار شکر گنج میں فریادی مرید آیا

سلکِ ارادت

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ کی خدمت گرامی میں

ایکہ جن کے نور سے روشن ہے ساری کائینات — ایکہ جن کا نام ہے صد افتخارِ شش جہات
اے کہ جن کی جلوہ سامانی ہیں رازِ زندگی — بچے بچے کی زباں پر جن کی جاری ہیں صفات

کون ہیں وہ حضرتِ خواجہ فرید الدین ہیں
مظہرِ اسرارِ حق ہیں جلوۂ یاسین ہیں

جن کے در پہ آ کے جھکتے ہیں سلاطینِ زماں — جن کی صفتیں ہو نہیں سکتیں کبھی ہم سے بیاں
فیض حاصل ہے جنہیں خواجہ قطبؒ کی ذات سے — جن کے نامِ پاک کا ہے دہر میں سکہ رواں

جن کے زہدِ پاک پر نازاں ہے دینِ ہاشمی
جن کا ہر فرمان ہے وجہِ نمودِ زندگی

جن کے نورِ پاک سے دنیا کی تاریکی گئی، — جن سے زندہ ہو گیا دینِ رسولِ ہاشمی
جو ہوئے جلوہ فشاں بن کر بہارِ زندگی — جن کے دم سے دہر کی جاتی رہی افسردگی

ذات اُن کی بالیقیں ہے ربِّ کعبہ کا ظہور
کر دیا بزمِ جہاں کو نشۂ وحدت میں چور

بارہ برس کوئیں میں کاٹے عشقِ مولا میں رحیم — مل گئی آخر وہاں سے دولتِ لطفِ عمیم
بن کر باہر جو آئے عشقِ احمدؐ کی گلیم — تو عبیر افشاں ہوئی حُسنِ تصوف کی نسیم،

آپ کے دم سے جہاں میں پھر اُجالا ہو گیا
اور دینِ ہاشمی کا بول بالا ہو گیا

آپ محبوبِ خدا ہیں بے قرانِ قیصریں — کوئی بھی پنجاب میں ہاں آپ کا ثانی نہیں،
آپ کے فیوض کے عدابر ہوگئے ہیں مشتہیں — خواجہ محبوبِ الٰہیؒ آپ کے ہیں جانشیں،
بارگاہ میں آپ کی رخشاں خدا کا نور ہے — بچہ بچہ آپ کے الطاف سے مسرور ہے

جلوہ گستر چار سُو لطف و کرم ہے آپ کا
یہ زمیں ہے آپ کی باغِ ارم ہے آپ کا

بخشوائیں گے یہ پیشِ داورِ محشر ہمیں
ہم غریبوں پہ بھی کیا لطف و کرم ہے آپ کا

کون کافر آپ کے اوصاف کا شیدا نہیں
کونسی جگہ پہ رخشاں آپ کا جلوا نہیں

پیشِ خدمت ہے میرا یہ ہدیۂ عجز و نیاز
بخشوانا الفتِ عاصی کو اے بندہ نواز

چھو نہ جانے دیکھنا اس کو کہیں بھی حرص و آز
آپ کا لطف و کرم ہر وقت ہو جلوہ طراز

مذہبِ خود را ندانم ایں قدر دانم مگر
بندۂ عشقِ تو ہستم دین و ایمانم توئی

اِطلاع

یہ نایاب کتاب جو حضرت خواجہ گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کے حسب و نسب کی تحقیق میں لکھی گئی ہے اس میں معقول و منقولی دلائل سے بتایا گیا ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ فاروقی نہیں بلکہ سید حسینی ہیں لہٰذا بپاس خاطر طالبانِ حق اس نایاب کتاب کو زیورِ طبع سے آراستہ و پیراستہ کرکے بزمِ شائقین میں پیش کیا گیا ہے۔ پس ہر خاص و عام کو بذریعہ تحریر ہٰذا مطلع کیا جاتا ہے کہ اس کتاب کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ اس کتاب کا جزو یا کوئی حصہ یا پوری کتاب کے چھاپنے کا کوئی صاحب قصد نہ فرمائیں۔ ورنہ بجائے فائدہ کے نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ ہاں جس قدر جلدیں مطلوب ہوں راقم سے طلب فرما سکتے ہیں۔

قیمت [illegible] روپے
علاوہ محصولڈاک

الحاج پیر السید شاہ محمد چشتی اشرفی الجیلانی۔ مینیجر رسالہ سلطان المشائخ۔ لاہور

جس کتاب پر ہمارے دستخط یا مُہر نہ ہوگی۔ وہ مال مسروقہ تصور ہوگا۔

ملنے کا پتہ:۔ مینیجر رسالہ سلطان المشائخ لاہور